بسم اللہ الرحمن الرحیم

بند (۱)

ایک باورچی سے اک دن اس کے آقا نے کہا — کوئی اچھی چیز آج ایسی پکا کر تو کھلا
ذائقہ بھولیں نہ جس کا کھانے والے عمر بھر — ہونٹ ہی چاٹا کریں ایسا مزا ہو چٹ پٹا
افضلیت جسکو ہو سب پر وہ ہو ایسا طعام — جسمیں لذت سب سے بڑھکر پائیں ہم ایسی غذا
دوسرا کھانا نہ پکنے پائے مطبخ میں کوئی — آج دسترخوان پر کچھ بھی نہ ہو اس کے سوا
سنکے باورچی نے آقا کی زباں سے خاص حکم — وہ کیا تیار اک کھانا جو معمولی سا تھا
ہو گیا تیار جب پک کر تو رکھکر قاب میں — لا کے دسترخوان پر آقا کے آگے رکھدیا
قاب کا سرپوش آقا نے اٹھایا شوق سے — اٹھتے ہی سرپوش کے اس کو تعجب ہو گیا
کیونکہ اس کو تو یہ تھی امید ہوگا وہ طعام — جس کو آنکھوں نے نہ دیکھا ہو نہ کانوں نے سنا
تھی یہاں اس کی جگہ ایسی غذا اک پکی ہوئی — جس کو معمولی سا معمولی بشر ہی جانتا
گوشت کی اک قسم تھی وہ بھی، مگر اس قسم کی — جس کو کم کھاتے ہیں اکثر مالدار اور اغنیا
[illegible] یہ بچت تھا وہ دل ہی دل میں دم بخود — سوچتا تھا، کیا کہا تھا میں نے، اس نے کیا کیا
پا کے چپ چپ اس کو باورچی نے یوں تقریر کی — اے مرے آقا! تعجب کیوں ہوا! آخر کیا ہوا؟
آپ اس اعلیٰ غذا کو کیا سمجھتے ہیں ذلیل؟ — آپ اس نعمت کی لذت سے نہیں واقف ہیں کیا؟
ہے مزے کی چیز یہ، کہتے ہیں سب اس کو زبان — کیجیے پہلے تناول کیجیے پھر اس کو چبا
قورما قلیا تو کھاتے رہتے ہیں روزانہ آپ — کھائیے تو چند لقمے اس غذا کے بھی ذرا

بے مزا پائے نہ کچھ اس کی حقیقت پوچھیے
نوش فرمالیجے پھر مجھ سے لذت پوچھیے

بند (۲)

وصف اس کے عرض کرتا ہوں سنیں آپ احباب
اس سے بڑھکر کوئی شی دنیا میں ہو سکتی نہیں
علم ہی گر اک خزانہ تو یہ ہی اُس کی کلید
حمد ہو جس سے خدا کی وہ ذریعہ ہے یہی
ہی وہ دولت یہ زباں ہر آدمی کو جسکی ساتھ
اس کی باتوں میں وہ شیرینی خدا نے کی عطا
اس کی ہمدردی میں مقناطیس کا سا ہی اثر
اس کی ادنی سی صفت یہ ہی جو یہ گونگی ہے
اس کی رنگینی میں بھی دیکھی نہیں ہر سو بہار
اسکے فقروں میں بھرا ہوتا ہی وہ گہرا اثر
اسکے منہ سے لفظ جو نکلا وہ ٹلتا ہی نہیں
با مزا باتوں کا اُس کی یہ اثر دیکھا گیا
اس کی تعریفیں فقط میری زباں پر ہی نہیں
کون ہی پوشیدہ ہیں جس پر کمال اس چیز کے
دیکھنے میں گوشت کا ہی لوتھڑا گویا زباں

یہ وہ نعمت ہی کہ جس کا ہو نہیں سکتا جواب
یہ ٹکے بھر کی زباں رکھتی ہی قیمت بے حساب
فیض سے اس کے ہوا کرتی ہی دنیا کامیاب
مکتبوں میں جو ہی جاری وہ اسی کا ہی نصاب
ہی وہ نعمت یہ زباں ہر بات جسکی افتخار
جسکے آگے قند مٹی جسکے آگے خاک ہی راب
لب ہلاتے ہی ٹھہر جاتا ہی دل کا اضطراب
کارخانہ دین کا دنیا کا ہو جاوے خراب
جسطرح گلشن میں رنگ اپنا جماتا ہی گلاب
جن کو سن کر سنگ کا بھی ہو کلیجا آب آب
رات دن دنیا میں گو دیکھا کریں ہم انقلاب
جسطرح بے ہوش ہو جاوے کوئی پی کر شراب
بلکہ ہی لبریز اس کے وصف سے ہر اک کتاب
وصف اس کے اس طرح روشن ہیں جیسے آفتاب
ہی مگر ہر بات کا دنیا میں اس سے انتساب

میں نے یہ دعوے کیے ہیں سب ہیں ثابت بے گواہ
سارے اعضا ہیں رعیت اس کی یہ ہی بادشاہ

بند (۳۲)

تھی نہ اصلیت سے خالی کوئی باورچی کی بات
ہوگئی جب ختم باورچی کی ساری گفتگو
پیٹھ ٹھونکی اور باورچی کو دی داد اسطرح
ہم سمجھتے تھے برا جسکو وہ نکلی خوب چیز
دے چکا جب داد اُس کو پھر دیا انعام بھی
داد اور انعام لے دے کر ہوئے دونوں ہی خوش
اسکے بعد اُس نے دیا یہ حکم باورچی کو پھر
جس سے بڑھکر ہو برا کھانا نہ دنیا میں کوئی
جو کسی کو آپ سے بھی بامزا ہونے نہ پائے
اسقدر منہ کا مزا بدلے کہ وہ سنبھلے نہ پھر
سنا یہ حکم باورچی نے سن کر عرض کی
اچھے یہ مصروف اپنے کام میں وہ ہوگیا
کیا کہوں کیا اُس نے رکھّا لاکے دسترخوان پہ
ہوگیا حیران آقا، اور باورچی نے پھر
اس سے بدتر کوئی دنیا میں غذا دیکھی نہیں

غور سے سنتا رہا ہر اک صفت وہ نیکذات
سن چکا جب وہ زباں کی یہ حقیقت یہ صفات
واقعی تو نے بیاں سچے کیے سارے نکات
درحقیقت اسکے آگے سب غذاؤں کو ہے مات
سچ ہے دینے والے کا رکتا نہیں ایسے میں ہات
کیوں نہ خوش ہو کہ خوش ہونے کے تھے یہ واقعات
اب کھلا تو وہ غذا کھانے نہیں جسکو ثقات
جسکے آگے خوش مزا ہو وال دلیا ساگ پات
خواہ ڈالیں زعفران اسمیں کہ ڈالیں تیزپات
بدرقے کے واسطے ہر چند ہم کھائیں نبات
اس کی بھی تعمیل ہوگی، ہے یہ معمولی سی بات
کام کرتے کرتے آخر دن ڈھلا اور آئی رات
اک رکابی میں وہی قتلے زباں کے آٹھ سات
کی ادب سے عرض، ہے یہ شے نہایت واہیات
ہضم ہو کر خاک ہو، بس ہے یہ اسکی کائنات

اس کو کھاتا ہی نہیں رغبت سے کوئی نیکخو
کیا کروں اس کی برائی ہے بڑی یہ گفتگو

بند (۴)

سنتے ہیں سب اس کی بدگوئی سے گھر الغیاث
بیشک رب سے مانگتے رہتے ہیں اکثر الغیاث

جھوٹ کر دے سچ کو یہ ادنی سی اسکی بات ہی
پاک نفسوں کے لبوں پر ہو نہ کیوں کر الغیاث

انبیا اور اولیا بدگوؤں سے ڈرتے رہے
الحفیظ اُن کی زباں پر اُن کے لب پر الغیاث

چُغلیوں کی اسکو عادت گالیوں کی اس کو لت
ہی قیامت کا غضب کا اس کا منتر الغیاث

بدزبانی گوشت سے کرتی ہی ناخن کو جُدا
عیب تو کرتا ہی پر اور سے برادر الغیاث

خوش نہیں ہوتا چغل خوروں سے دنیا میں کوئی
دیکھ کر ایسا پسر کہتی ہی مادر الغیاث

کوئی بھی اچھا نہیں کہتا زمانے میں اُنھیں
کیا بُرے ہوتے ہیں یہ گرگوں کے تیور الغیاث

شیخیوں نے اُس کی غارت کر دیا شیطان کو
ورنہ اُس کے نام پر ہوتی نہ در در الغیاث

اُس زباں سے حبس سے غیبت کے سوا نکلے نہ کچھ
آدمی تو آدمی کرتا ہی دد اور الغیاث

بدزبانی کا اثر زائل نہیں ہوتا کبھی
حشر تک کہتے رہیں گے سب برابر الغیاث

گھاؤ اس کے جب کہیں پڑتے ہیں بھر بھرتے نہیں
زہر میں گویا بجھا ہی اس کا خنجر الغیاث

جابجا اُٹھتے ہیں طوفاں اور فتنے اس سے ہی
کسقدر پھیلا ہوا ہی جھوٹ کا شر الغیاث

افترا پردازیاں ڈھاتی ہیں کیا کیا آفتیں
کہہ رہا ہی ہر گدا گر ہر تونگر الغیاث

فحش گوئی کا ہی یہ آلہ خرابی کی ہی جڑ
کیوں نہ مانگیں اس سے غارت زندگی بھر الغیاث

بدزبانوں سے خدا بھی خوش نہیں ہوتا کبھی
اس لیے کرتے ہیں سارے پیمبر الغیاث

الغرض ہی خاص صورت اس کی ہر اک شان میں
ہی اسی کی بات ہر انسان ہر شیطان میں

بند (۵)

ابھی میں سے خاص مطلب کا ہی اپنے اندراج
کہہ چکا ہوں میں مثالاً چند باتیں جو ابھی
فرق اتنا ہے وہ مردہ تھی یہ ہے زندہ زباں
تھا مزا اٹھاتے ہیں اسکے بولنے میں اسکے لطف
جمع ہوکر آئے ہیں اس انجمن میں جتنے لوگ
کچھ خرابی تھی نہ اردو میں نہ تھا کوئی مرض
ابتدا اسکی ہوئی تھی اس زمانے میں یہاں
گو عدالت کی زباں اردو نہ تھی، پھر بھی بہت
رفتہ رفتہ فارسی بھاشا نے دی اسکو مدد
کام کا اس کو بنایا اور نام اپنے دبے
رہ گئے بیست یوں اردو میں سب ہندی کے لفظ
ہر طرف سے پھر تو اس کو بھی یہ شہہ ہونے لگی
ہوگئی دربار میں اردو زباں جب روشناس
ہند سے جب بادشاہت مٹ گئی اسلام کی
بول بالا ہوگیا اردو زباں کا ہر طرف

کیا کہوں ہے میرے دل کو کیا خوشی کیا ابتہاج
ہی انھیں باتوں کی ترتیبی عمل کا وقت آج
ورنہ جو خاصیت اسکی ہے وہی اس کا مزاج
اس کا جزیہ تھا وہ گویا اور اس کا یہ خراج
بس انھیں کے ہاتھ ہے اردو زباں کی آج لاج
اختلافوں کی خراشوں سے یہ سب ہے کوڑھ کھاج
جب مسلمانوں کا تھا ہندوستاں میں خوب راج
فوج میں بازار میں چلتا تھا اس سے کام کاج
دل کی ڈھارس بندھ گئی جاتا رہا سب اختلاج
جیسے پانی، آگ، مٹی، کھیت، باڑی اور ناج
جسطرح اچکن کے بوتاموں میں چھپ جاتے ہیں کاج
فارسی کی طرح اب دربار میں تو بھی براج
شاعروں نے سب سے پہلے سر پہ رکھا اس کے تاج
اور انگریزی حکومت کو ملا دنیا سے باج
سندھ کیا پنجاب کیا ہر سمت تھا اسکا رواج

کون تھا جس کو نہ تھا دنیا میں پیارا اس کا نام
ہر بشر کو دل سے تھا مرغوب اردو کا کلام

بند (۶)

چاہتا تھا ہر بشر اُس عہد میں اسکی فلاح
رات دن سب سوچتے رہتے تھے امکانی فلاح

ہر جگہ ہندو مسلمانوں میں باہم میل تھا
یہ نہ ہوتا گر تو ہو سکتی تھی کیا کوئی فلاح

سارے شاعر اسکے حامی کُل ادیب اسکے مشیر
ہر پڑھے لکھے کو تھی منظور اسکی ہی فلاح

سب نے مِل جُل کر وہی ترکیب کر لی اختیار
جس کسی ترکیب میں اسکے لیے دیکھی فلاح

دوسری علمی زبانوں سے ملے الفاظ اسے
یوں بھی اُردو نے ہماری تب ہی پائی فلاح

ترجمے ہونے لگے ہندوستاں میں جابجا
ایسی تالیفوں سے بھی ہوتی رہی دونی فلاح

خط کتابت بھی باہم اُردو ہی میں ہونے لگی
اس سے بڑھ کر اسکے حق میں اور کیا ہوتی فلاح

آسمانی جو کتابیں تھیں مترجم ہو گئیں
تھی یہ اُردو کے لیے گویا اک الہامی فلاح

کیوں نہ ان کاموں کی ہوتی قدر ہر انسان کو
مذہبی دنیا کے لوگوں کی یہ تھی دینی فلاح

مذہبی ہوں یا ہوں تاریخی کتابیں سب ہیں خوبیا
دین کی بہبود اُن میں اُن میں دنیاوی فلاح

منہمک لکھے پڑھے ہوں جب بھلائی کے لیے
کیوں پسندیدہ نہ ہو دنیا کو پھر ایسی فلاح

اور بھی شکلیں ترقی کی نظر میں ہیں مگر
متفق جب سب نہوں تو خاک ہو قومی فلاح

ہے جو اُردو نامکمّل تو مکمّل کیجیے
تاکہ ہو علمی ترقی تاکہ ہو علمی فلاح

گو بُری ہی فال اسکو سمجھیں سب کہیں گے ہم مگر
اب نظر آتی نہیں افسوس اگلی سی فلاح

مشترک ملکی زبان اُردو زبان کو مانیے
ہندیوں میں جو نہ ہو سکتی نہیں ملکی فلاح

فرض ہے سب پر کریں ہندو مسلماں سب خیال
ایک ہونی چاہیے ہندوستاں کی بول چال

بند (۷)

...نمائیں گے نمائیں گے نمائیں گے کبھی
کون کہتا ہے کہ اب یہ ہو نہیں سکتا فراخ

...ے ہر لکھا پڑھا دل سے اگر کوشش کرے
تنگ یہ میدان ہو چکا ابھی کیا کیا فراخ

...اگرچہ اب بھی دامن اپنی اردو کا فراخ
تھا سنا اس سے بھی بڑھکر اگر ہوتا فراخ

...جگہ بہ لکی زبانوں کو ہوی وسعت نصیب
اُس جگہ ہر شخص کی ہمت کا دامن تھا فراخ

...کوشش جہاں ہوتی ہے ہوتا ہے یہی
دیکھو انگریزی ادب کو ہو گیا کیسا فراخ

...انگریزی ادب ہی پر یہ کیا موقوف ہے
پڑھکے دیکھو تو عرب کا ہے ادب کتنا فراخ

...سنسکرت اس وقت تک بولی نہیں جاتی مگر
ہے کشادہ اسطرح جسطرح ہے دریا فراخ

...جلکر قلت لغت کی ہاردی ہمت عبث
آج جو کم ہے وہ کل ہو جائے گا دونا فراخ

...کہتے ہیں کہ ہے اُردو ادب کی راہ تنگ
ہم یہ کہتے ہیں کہ اس کا ہے ہر اک رستا فراخ

...تکلف ہر زباں کا لفظ داخل اس میں ہے
ہم سے کیوں کر کوئی، اسکی نہیں اتنا فراخ

...کی کثابت سربسر ہے شارٹ ہینڈ
ایسی صورت میں رہے اس کا نہ کیوں املا فراخ

...کی وسعت بھی کُھپی جاتی ہے نظروں میں نہیں
جسطرح اچھا نظر آتا ہے ہر سینا فراخ

...پھیلے کچھ بہاڑی تو نہیں اُردو زباں
جسکا مسکن ہے کشادہ خود نہیں اصلا فراخ

...کرتی ہی نہیں اپنے کسی مہمان کو
اس کا دسترخوان دنیا کے لیے پایا فراخ

...زبانیں جسقدر اُن سب سے یہ بڑھ جائے گی
ہات اسکا اور اگر جند سے نہیں دیکھا فراخ

جس کے دل میں کچھ بھی ہمدردی کی باقی ہے کسک
فرض ہے اُس کا کرے اپنی زبان کی وہ کمک

بند (۲۵)

[illegible] ج ہیں اُس دو زباں کے جمع جتنے مہرباں
[illegible] تنے ہیں نواب راجے ہند میں ذی اختیار
[illegible] ملکت میں اپنی دیں اُردو زباں کو وہ رواج
[illegible] کام سے اپنے اسی کو اُس جگہ رائج کریں
[illegible] ساتھ ہی اس کے کریں خود بھی توجہ اس طرف
[illegible] گر کوئی نواب آجکل ایسا نظر آتا نہیں
[illegible] بھی لازم ہے ہم کو اُن کے پاس اک عرضداشت
[illegible] ہماری عرض اُن سے اتنی ہونی چاہیے
[illegible] طرح دیتے ہیں جا جتنے کو سارے امیر
[illegible] تھوڑا تھوڑا بھی ملا گر ایک اک نواب سے
[illegible] اُن سے جا کر عرض کیجے اس میں جتنے وصف ہیں
[illegible] وہ اگر تقدیر سے اُردو کے خواہاں ہو گئے
[illegible] سہل ہو جائے گی ہر تصنیف کی دشوار راہ
[illegible] کو ابھی دیکھا ہی آپ ہوں گے کامیاب
[illegible] جو رہے ایسے کبھی بیکار ہو سکتے نہیں

دوسرے امیر اور رئیس بنیں وہ قدرداں
دیں چندہ اُن سے کہنی چاہیے یہ داستاں
تاکہ سارے ہند میں یکساں رہے اس کا نشاں
قائم اب تک اس کا دفتر ہو نہیں پایا جہاں
تاکہ ہو اُن کی رعایا بھی نہ اس سے بدگماں
چھوڑ دے الطاف کی جو اپنے ہاتھوں سے عناں
نارسا ہرگز نہ ہوگی دل سے ہوگی جو فغاں
آپ کے الطاف کی محتاج ہے اُردو زباں
بس نہیں پھر دیکھیے اُردو کی خالی جھولیاں
پھر تو بیل اُردو کی یوں پھیلے گی جیسے کہکشاں
اُن پہ ظاہر کیجیے اُردو میں ہیں جو خوبیاں
پھر تو جب آئے اسنہ ہو جائے گی اسکی دکاں
اک لغت کیا سارے کاموں میں ہیں پھر آسانیاں
گر ہوئی کوشش تو جائے گی نہ محنت رائگاں
ہیں مفید اپنے لیے یہ مصلحت اندیشیاں

کام کیجے کام کی باتوں میں وحشت ہی عبث
دیکھ لیجے کوششیں فرمائیے حجت ہی عبث

بند (۲۶)

اب کروں گا جب ریزولیشن کی بابت گفتگو
اپنے فن کے ساتھ اردو کی حمایت بھی کریں
ہیں کتابیں طب کی اکثر درس میں ان کے مگر
نسخہ اردو میں کبھی لکھتے ہوئے دیکھا نہیں
کوفتہ - آمیختہ - یا پختہ - یا سوختہ
ہینگ کے بدلے لکھیں گے ہر جگہ حلتیت ہی
سب کہیں گے سونف لیکن وہ کہیں گے بادیان
جب یہ حالت ہی تو اردو کی انھیں کیا قدر ہو
غور تو کیجے کہ وہ الفاظ بولے جائیں کیوں
کیوں نہ استعمال ان الفاظ کا ہم سب کریں
اس لیے ہی دست بستہ یہ اطبا سے بھی عرض
فائدے دو اس سے ہوں گے یعنی اول تو یہی
دوسرا یہ فائدہ جو نسخہ لکھا جائے گا
اور جتنی ہیں کتابیں ہم مریضوں کے لیے
درس بھی طب کا دیا جائے اسی میں سر بسر

اس میں یونانی اطبا سے ہی اتنی آرزو
تاکہ اس کی بھی ہو علمی مجلسوں میں آبرو
کوئی اردو ترجمہ دیکھا نہ ان کے روبرو
گفتگو اکثر ہوئی اردو میں ان سے دوبدو
بس یہی ترکیب ہر نسخے میں دیکھی ہو بہو
وہ کہیں گے دم تہے دنیا جو کہتی ہے لہو
سب لکھیں گے گھڑا لیکن وہ لکھیں گے سبو
جب یہ صورت ہی تو پھر کیوں نہ خنداں ہو عدو
جب مرادف ان کا اردو میں ہی رائج کو بکو
آج اردو میں ہماری جو ہیں رائج چار سو
کیا برائی ہے اگر وہ ترک فرما دیں یہ خو
معنوی گلشن میں ہوگا اپنی اردو کو نمو
ایک اردو خواں بھی پڑھ لے گا اسے بے جستجو
ان کے زخموں پہ بھی ہو اردو کی سوزن کا رفو
اصطلاحیں بھی بنیں اردو میں طب کی مو بمو

یوں بدل جائے اگر نسخوں کی ساری سرنوشت
لہلہائے پھر چمن میں طب اردو کی یہ کشت

بند (۲۷)

گر ہوا ایسا ہی جیسا چاہتے ہیں دادخواہ
پھر تو اُردو کے لیے کھل جائے گی ہر شاہراہ

اسکو حاصل ہوگی ہر فن میں حکومت اسطرح
جسطرح ہو مملکت کا اپنی مالک بادشاہ

جس روش پہ اُس کا جی چاہے گا رکھے گی قدم
جسکے رخ پر اُسکی مرضی ہوگی ڈالے گی نگاہ

اسقدر ہو جائے گا اُردو کا دامن پھر وسیع
اُسکے دریا کا شناور بھی نہ پہنچ پائے گا تھاہ

سعی کوشش سے اگر علمی کتابیں ہوگئیں
پھر تو لاثانی نظر آئے گی اُسکی درسگاہ

ہو گئے آمادہ گر اسکے لیے ہم سو پچاس
خود بخود ہو جائے گی پھر ملک بھر کو اُسکی چاہ

کوششوں سے متحد گر ہو گئی ملکی زبان
ہو نہیں سکتا ہمارا حال پھر کوئی تباہ

ہو گئے ہم کامیاب اپنے ارادوں میں اگر
ہند کیا ہر ملک سے ہمکو ملے گی واہ واہ

ہر جگہ اسکا گزر ہو ہر جگہ اُسکی پہنچ
مدرسہ کوئی رہے خالی نہ کوئی خانقاہ

جسقدر ہیں اعتراض اُردو پہ سب اُٹھ جائیں گے
مان لیں گے اس کو سب علمی زبان بے اشتباہ

ہیں مقابل جتنی ہمسایہ زبانیں آجکل
بے حقیقت یوں وہ سمجھی جائیں گی جیسے گیاہ

گر ہوا ایسا تو اک دن یہ بھی ہونا ہے ضرور
ہاں مخالف آج جتنے کل وہ ہونگے خیرخواہ

ایک ہو جائے گی جب ہندوستاں کی بول چال
پھر نہ چلنے پائے گا ہرگز بھی کوئی کُراہ

[illegible] یا الٰہی اب تری درگاہ میں اُردو زبان
پھر پھرا کر ہر جگہ سے تیرے آئی ہے پناہ

کہہ رہی ہے اس طرح تو کام کے قابل بنا
مجھکو اک دنیا مٹانا چاہتی ہے آہ آہ

مہر سے تیری ہی ممکن سب کچھ اے عالی جناب
تو اگر چاہے تو ذرے کو بنا دے آفتاب

بند (۲۸)

کیوں لیے پھرتی ہی در در میری حیرانی مجھے
یاخدا اکثر کتابوں میں ایسی ٹھوکریں کھانی مجھے

کاملِ اطمینان سے ہوتا نہیں کوئی مرا
تنگ کرتی ہی بہت میری پریشانی مجھے

آ رہی نشاں اب نظر آتے ہیں کچھ ہندی خلاف
ورنہ پہلے بولتے تھے سارے ایرانی مجھے

کہتے ہیں کم مایہ اتنا ہی مجھے کوتاہ بیں
جسقدر بخشی ہی عطا تونے فراوانی مجھے

شہر ہوا سے جتنی والبتہ تھیں امیدیں مری
ان سے بڑھکر نفع پہنچاتے ہیں یہ ہقانی مجھے

نامبارک ہو رہا ہی ہند میں میرا وجود
ہوگئی زہر ایسے نااہلوں کی مہمانی مجھے

کس مپرسی کی اگر چندے یہی حالت رہی
پھر نہ رکھے گی کہیں کا میری ویرانی مجھے

یا الٰہی مشکلیں جتنی ہیں سب آسان کر
اب نظر آتی نہیں ہی کوئی آسانی مجھے

ظالموں کے ہاتھ سے کب کی ہوئی ہوتی فنا
زندہ رکھتی ہی مگر میری گراں جانی مجھے

اکثروں پہ ہو گیا ظاہر مرا اک کمال
بعض کہتے ہیں مگر ناقص بناوانی مجھے

ختم کیا ہوگی مصیبت ہائے کچھ کھلتا نہیں
دقتیں کیا جانیے کیا کیا ہیں پیش آنی مجھے

چاہتے ہیں لوگ ہندی میں کتابت ہو مری
ہائے یہ تکلیف دی جاتی ہی روحانی مجھے

اسقدر ہندو مسلمانوں کا جوش اچھا نہیں
خوف ہی مجھکو نہ لے ڈوبے یہ طغیانی مجھے

یاخدا توفیق دے ہندو مسلمانوں کو تو
دیں ترقی رات دن وہ اپنی امکانی مجھے

اپنے جھگڑے کے سوا احسن کہوں میں اور کیا
اس پریشانی میں سوجھے کیا غزلخوانی مجھے

اور کچھ باقی نہیں ارمان مجھ جیالے بازاں کا
ہو مگر انجام اچھا آج کے آغاز کا

اردو لشکر کے افسروں کی تفصیل

تخلص	پورا نام مع القاب	ذریعۂ شہرت	مختصر حالات
ولی	شمس ولی اللہ یا شمس الدین	نظم	احمد آباد گجرات کے رہنے والے اور شاہ وجیہ الدین کے مشہور خاندان میں تھے۔ اردو میں نظم اور دیوان کی ترتیب ان سے پہلے کسی نے نہیں کی۔ غالباً ان کا ابتدائی دور اورنگ زیب عالمگیر کا آخری زمانہ تھا۔ سنہ محمد شاہی میں مع دیوان دلی پہنچے
حاتم	شیخ ظہور الدین	نظم	دلی کے رہنے والے تھے۔ ۱۱۱۱ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۱۹۶ھ یا ماہ رمضان ۱۲۰۷ھ میں انتقال کیا اور دلی دروازے کے باہر دفن ہوئے۔
سودا	مرزا محمد رفیع	نظم	ولادت ۱۱۲۵ھ۔ ۱۱۸۵ھ میں لکھنؤ آئے اور ۱۱۹۵ھ میں فوت ہوئے
میر	میر محمد تقی	نظم	۱۱۹۰ھ میں دلی چھوڑ کر لکھنؤ آئے اور سو برس کی عمر پاکر ۱۲۲۵ھ میں فوت ہوئے
درد	خواجہ میر	نظم	۱۱۳۳ھ بعہد فرخ سیر پیدا ہوئے۔ ۱۱۹۹ھ میں ۶۶ برس کی عمر پاکر دلی میں فوت ہوئے
جرأت	شیخ قلندر بخش	نظم	۱۲۱۵ھ میں لکھنؤ پہنچے اور وہیں ۱۲۲۵ھ میں انتقال کیا
حسن	میر غلام حسن	نظم	خاص دلی کے تھے عمر کا بڑا حصہ فیض آباد و لکھنؤ میں گزرا اور ۱۲۰۱ھ یکم محرم کو لکھنؤ میں فوت ہوئے
انشا	سید انشاء اللہ خاں	نظم	دلی سے لکھنؤ گئے اور وہیں ۱۲۳۳ھ میں وفات پائی
مصحفی	شیخ غلام ہمدانی	نظم	اصلی وطن امروہہ تھا مگر رہے دلی میں آخر ۱۲۴۰ھ میں بمقام لکھنؤ فوت ہوئے
نصیر	شاہ نصیر الدین	نظم	دلی سے حیدر آباد دکن گئے اور وہیں ۱۲۵۴ھ میں وفات پائی۔
ناسخ	شیخ امام بخش	نظم	آبائی وطن لاہور مگر خود لکھنؤ میں رہے۔ ۱۲۵۴ ہجری میں وفات پائی
ذوق	ملک الشعراء خاقانی ہند شیخ ابراہیم	نظم	۱۲۰۴ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۲۴ صفر روز پنجشنبہ ۱۲۷۱ ہجری میں بمقام دہلی رحلت کی
مومن	حکیم مومن خاں	نظم	۱۲۱۵ھ میں پیدا ہوئے۔ کوٹھے سے گر کر ۱۲۶۸ھ میں انتقال کیا
غالب	نجم الدولہ دبیر الملک مرزا اسد اللہ خاں	نظم و نثر	۱۲۱۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۸۵ھ میں وفات پائی
آتش	خواجہ حیدر علی	نظم	آبا کا وطن دلی تھا خود لکھنؤ میں رہے اور یہاں ۱۲۶۲ھ میں فوت ہوئے
انیس	میر ببر علی	مرثیہ گوئی	میر حسن دہلوی کے پوتے تھے۔ ۲۹ شوال ۱۲۹۱ھ میں بمقام لکھنؤ رحلت کی
دبیر	مرزا سلامت علی	مرثیہ گوئی	خاندانی شاعر نہ تھے مگر خود صاحب کمال مجتہد فن تھے۔ ۲۹ محرم ۱۲۹۲ھ میں بعمر ۷۰ سال رحلت کی
امن	میر امان دہلوی	نثر	۱۲۱۵ ہجری میں قصہ باغ و بہار قصہ چہار درویش کو تالیف کیا
افسوس	میر شیر علی	نثر	۱۲۱۹ھ میں آرائش محفل کی تصنیف کی
نیر رخشاں	نواب ضیاء الدین خاں	نظم	نواب احمد بخش خاں والی فیروز پور کے خلف اور مرزا غالب کے شاگرد رشید تھے ۱۲۹۵ھ تک بقید حیات تھے
شیفتہ	نواب مصطفیٰ خاں	نظم	مصنف تذکرہ گلشن بیخار۔ فارسی میں حسرتی تخلص کرتے تھے ۱۲۸۶ھ میں فوت ہوئے
سر سید	آنریبل ڈاکٹر سر سید احمد خاں بہادر	نثر	۱۸۱۷ء میں پیدا ہوئے اور ۸۱ برس کی عمر پاکر ۱۸۹۸ء میں وفات پائی
نذیر احمد	شمس العلماء حافظ ڈاکٹر نذیر احمد خاں بہادر ایل ایل ڈی	نثر	تعزیرات ہند اور بہت سی اخلاقی اور مذہبی کتابیں اردو میں آپ کی یادگار ہیں اور بفضلہ تعالیٰ ابتک صحیح قائم ہیں۔ آپ کی سوانح عمری موسوم بہ حیات النذیر ہمارے عم مکرم سید افتخار عالم صاحب مارہروی لکھ رہے ہیں جو زیر طبع ہے
ذکاء اللہ	شمس العلماء خان بہادر مولوی ذکاء اللہ دہلوی	نثر	بہت سی تاریخی اور اخلاقی کتابیں اردو میں آپ کی تالیف سے موجود ہیں اور آپ بھی بحمد اللہ ابھی زندہ ہیں۔

تخلص	نام	نظم / نثر	کیفیت
محسن الملک	مولوی سید مہدی علی	نثر	خان بہادر محسن الدولہ محسن الملک - نواب منیر نواز جنگ [illegible] ۹ دسمبر ۱۸۳۷ء میں پیدا ہوئے - اور ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۷ء [illegible]
حالی	شمس العلما خواجہ الطاف حسین	نظم و نثر	وطن اصلی پانی پت - اخلاقی شاعری کے اردو زبان میں موجد ہیں [illegible] تالیفات اردو میں موجود ہیں۔
آزاد	شمس العلما سید محمد حسین آزاد	نثر	۱۲۴۹ھ میں پیدا ہوئے اور جنوری ۱۹۱۰ء میں وفات پائی۔ ان کے کمالات سے دنیا واقف ہے۔
شبلی	شمس العلما مولوی شبلی نعمانی	نثر	ان کی فاضلانہ قابلیت اور تصانیف سے ہر شخص واقف ہے۔
داغ	نواب مرزا خاں دہلوی	نظم	نواب فصیح الملک - دبیر الدولہ - ناظم یار جنگ جہاں استاد حضور نظام خطاب پائے اور نیز شرف استادی نظام حاصل کیا۔ ۱۲۴۶ھ میں [illegible] ۱۳۲۲ھ میں وفات پائی۔
جلال	حکیم میر ضامن علی	نظم	مشہور و معروف قابل شاعر تھے شوال ۱۳۲۶ھ میں وفات [illegible]
امیر	منشی امیر احمد مینائی	نظم	حضرت شاہ مینا کی اولاد میں تھے - ولادت ۱۲۴۴ھ - وفات ۱۳۱۸ھ [illegible]
تسلیم	منشی امیر اللہ	نظم	یہ کہن سال بزرگ بھی بفضلہ تعالیٰ زندہ ہیں کئی دیوان ان کے چھپ [illegible]
بیان	سید محمد مرتضیٰ	نظم	میرٹھ کے رہنے والے تھے بہ گیر و قابل شاعر تھے۔ چند سال ہوئے کہ وفات [illegible]
سید	مولوی سید احمد	نثر	فرہنگ آصفیہ اردو کی مکمل لغت انھیں کی تالیف ہے۔
ناصر علی	خان بہادر میر ناصر علی	نثر	دلی کے شریف النسل بزرگ ہیں نثر خوب لکھتے ہیں۔ صلائے عام کے ایڈیٹر [illegible]
شرر	مولوی عبد الحلیم لکھنوی	نثر	اس زمانے کے مشہور ناول نگار ہیں۔
محمد علی	حکیم محمد علی	نثر	ضلع ہردوئی میں آنریری مجسٹریٹ ہیں اور ناول نویسی میں شہرت یافتہ ہیں۔
شہباز	مولوی عبد الغفور	نثر و نظم	بڑی چلبلی اور قابل طبیعت پائی تھی - نظیر اکبر آبادی کی سوانح عمری کی قابلیت کا ادنیٰ ثبوت ہے - سال گذشتہ میں وفات پائی۔
ریاض	سید ریاض احمد	نظم و نثر	امیر مینائی کے شاگردوں میں تمام شاگردوں سے افضل اور مخیر استاد ہیں
اثر	شمس العلما نواب امداد امام اثر	نظم و نثر	مسٹر علی امام جیسے فخر روزگار کے والد ماجد ہیں اور بڑے قابل ہیں۔
سرشار	پنڈت رتن ناتھ کشمیری	نثر	فسانہ آزاد کی کئی جلدیں ان کی یادگار ہیں چند سال ہوئے کہ مرگ [illegible] ہوئے۔
عزیز مرزا	مولوی عزیز مرزا بی اے	نثر	مدرسۃ العلوم علی گڑھ کے قابل فخر قدیم تلامذہ میں ہیں حیدرآباد میں [illegible] سال گذشتہ تک عہدہ ہائے جلیلہ پر ممتاز رہے اور اب خدمت کی بدولت مخدوم قوم بن رہے ہیں۔ اور آج اس [illegible] صدر نشین ہیں۔

بند (۹)

جانتا ہی تجھکو ہر شیریں سخن ہمسا لذیذ
ہو مُنے میں شہد سے بھی بڑھکے تو گویا لذیذ

تیری باتوں کا ہی آُردو مزا کچھ اور ہی
گرچہ ہوتا ہی بہت کچھ قند کا کوزا لذیذ

تم بتا ہیں فرق کچھ میں اور شیریں میں کیا
اُسکا ہر لقمہ مزے کا تیرا ہر فقرا لذیذ

نظم ہو یا نثر ہو مضمون ہو یا مثنوی
کر لینی ترکیب میں تیرا نہیں ٹکڑا لذیذ

جسطرح خوش ذائقہ ہوتے ہوں حلوان میں
ہی نہیں تیری عبارت میں اک اک نقطا لذیذ

ہند میں جتنی زبانیں آج تک رائج ہوئیں
اُن میں تیرا سا کسی کو بھی نہیں دیکھا لذیذ

ہر بشر لذت کو تیری بھول سکتا ہی نہیں
کھا لیا ہی جسنے تیرا ایک بھی لقما لذیذ

تیری باتیں میٹھی میٹھی تیرے فقرے نرم نرم
خاک پھیکتا ہی تیرے سامنے حلوا لذیذ

زباں اُس ملک کی ہی آم ہوتا ہی جہاں
با مزہ کر سکتی ہی تجکو یہ نسبت یا لذیذ؟

تیری لذت نے دکاں کھولی تھی انگلستان میں
ٹھاکرن وکٹوریا کو بھی ترا اسلوب لذیذ

ازدواں تیرے نہیں تو نس میں چھا کر تیری بات
جسطرح ہوتا ہی خوش۔ کھا کر کوئی کھانا لذیذ

ملت میں لوبیان جسطرح تیرے شیر خوار
تھن میں پلے کا دودھ بھی کوئی نہیں ایسا لذیذ

پہلے ہی سے تھی بدذائقہ وہ کچھ مگر
ہو گئی ہی تجھسے ملکر اور بھی بھاشا لذیذ

سے لے کر ترا چٹخارا کریں ہم کیوں نہ ہونٹھ
ہی اثر تیرا مزے کا ہی مزا تیرا لذیذ

یوں تو ہندو میں زبانیں ہیں مگر تیرے سوا
ہی ادب ہندی زبانوں کا کہاں اتنا لذیذ

بخشتی ہی ہر زبان کے لفظ کو کیا کیا شرف
لعل بن جاتا ہی گدڑی میں تری آکر خزف

بند (۱۱)

...یں ہوتا ہے کھولوں آج سارے اپنے راز
...ے ملتی رہتی ہوں سب کو ملاقی رہتی ہوں
...مت مجھکو لگایا ہیں اُسی کی ہو گئی
...ے اکثر مسلمان غیر ملکی لوگ تھے
...ہر یار اور ملکوں سے ہمیشہ کے لیے
...ماں بادشاہت ہند میں کرنے لگے
ہند و مسلمانوں میں اس درجہ بڑھی
یہ صورت تھی تو پھر مجھکو نہ ہوتا کیوں عشق وجج
...ے سوز کیا تفرقہ بھی تھے مجھپر فدا
...انے میں تعصب کی وبا پھیلی نہ تھی
...ا جانتے تھے پاک وہ ہر چیز کو
...ہر وقت میری بہتری کی فکر تھی
...یا ہوا روادار اسکا کوئی بھی نہ تھا
...کمال بھی اچھی طرح کرتے تھے وہ
...یہ وقت ہی کی کیوں گاتی راگنی

مختصر ہی وقت لیکن اور افسانہ دراز
میں کسی سے بھی نہیں کرتی ذرا بھی احتراز
دوست ہوں دشمن ہوں سب سے مجھکو حاصل ہے نیاز
ایک کا غزنی وطن تھا دوسرے کا گھر حجاز
ہند میں آئے مگر رہتے تھے سب ترکتاز
ہندوؤں نے بھی حکومت سے کیا پھر ساز باز
بیاہ شادی کا بھی ان میں ہو گیا باہم جواز
جب یہ حالت تھی تو پھر میں کیوں نہ ہوتی سرفراز
دونوں قوموں پہ رہا کرتا تھا یکساں مجھکو ناز
اک جگہ ہوتی تھی دونوں کی بہم پوجا نماز
یا ہوا اُن کا مرگ چھالا یا ہوا ان کی جانماز
تھے وہ میرے واسطے جاں با نہیں بھی دلنواز
نرم باتیں بھی تھیں سب کی دل بھی تھے سب کے گداز
بولتے تھے برمحل ہر استعارہ ہر مجاز
ناگوار اُن کو نہیں ہوتا تھا میرا کوئی ساز

گرچہ اب بھی ہر پڑھے لکھے کی ہوں دل سے مطیع
میری اُمیدوں کا دامن تھا مگر پہلے وسیع

بند (۱۲)

غدر (۱۸۵۷ء) سے پہلے کچھ نہ تھا مجھکو ہراس
مولوی، شاعر، محرر، قصہ گو، کاپی نویس
گرچہ میرا ابتدائی وہ زمانہ تھا - مگر
جب سے آئی ہے گورنمنٹ وکٹوریا کی سلطنت
مدرسوں میں ہر جگہ میری پہنچ ہونے لگی
میری صورت خوب نکھری اور چمکا میرا ناس
بن گئی باقاعدہ میرے ادب کی صرف نحو
باوجود ان ساری باتوں کے یہ حیرت ہے مجھے
جو یہ کہتے ہیں نہیں یہ علمی زباں اردو زباں
سنتی ہوں کرتے ہیں اکثر آجکل یہ اعتراض
یعنی اپنے پاس لفظوں کا ذخیرہ کچھ نہیں
یہ بھی ممکن ہے کہ ہو سچا یہ ان کا اعتراض
ہو نہیں سکتا ہے سچا کوئی دعوی بے دلیل
جتنے لفظوں کا ذخیرہ جمع کر سکتی ہوں میں
ہر زباں کا وہ ہو سکتا ہے میری ملکیت

کیوں کہ تھا بے اختلاف ایک اک اپنا ہی سر
سب کی گھٹی میں پڑا نام لیا سب نے میرے رشتہ کا پاس
پڑھی لکھی تھی جابجا میری ترقی کی اساس
اس نے بہت ہی ترقی میں لیے پائی بے قیاس
کورٹوں میں بھی جابجا میرا ہوا ہے اقتباس
جو پرانا ہو گیا تھا وہ بدل ڈالا لباس
پہلے بے سرمایہ تھی میں اب ہے سب میرے پاس
میری صورت دیکھ کر ہوتی ہے کیوں لوگوں کو یاس
کچھ نظر آتا نہیں ہے ان کو وہ ہیں بے حواس
ترجموں کی بھر ہے سب کیا نہیں بجھتی ہے پیاس
اس لیے ہر ترجمے کا بیڑا ہو جاتا ہے ناس
ہے مگر بر عکس اسکے ایک میرا التماس
ایسے دعووں کو نہیں سنتا ہے کوئی باحواس
دوسری ہندی زبانوں میں کہاں اتنا نکاس
جس طرح ساغر کٹورا قدح پیمانہ گلاس

رکھتی ہوں ہر لفظ میں پورا سلاست کا لحاظ
کیوں نہ رکھوں فرض ہے میرا فصاحت کا لحاظ

بند (۱۳)

جو یہ کہتے ہیں کہ ہم میرے لفظوں کی معاش
یہ بیجا دعویٰ ہے کہ اردو سے جو انگریزی کریں
اصطلاحیں سیکڑوں ایسی ملیں گی مجھ میں بھی
ایک بات یہ ہے ہر زباں کی ساخت ہوتی ہے جدا
ایک اردو اور انگریزی پہ کیا ہے منحصر
دوسرے میں ایک کا مفہوم آ سکتا نہیں
جیسا ہے ایک کا وہ دوسرے میں ہے کہاں
گر غلط ہے یہ تو بسم اللہ ثابت کیجیے
ترجمہ کیجے تو انگریزی میں اردو شعر کا
کامیاب اصلاح کچھ بھی آپ ہو جائیں اگر
میں کیسے دیتی ہوں یکساں دو کبھی ہوتے نہیں
ہو نہیں سکتی ہے یکساں دو کی خاصیت کبھی
تھی طبیعت اسقدر اچھی دونوں کی جدا
سچی باتیں کہہ رہی ہوں طعن کیوں کرنے لگی
جلد لو میری خبر اے میرے ملکی لکھنو!

ترجمہ کر دیکھیں انگریزی زباں میں بھی وہ کاوش
ترجمے کی مشکلوں کا پردہ سب ہو جائے فاش
کہ نہیں سکتی ہے انگریزی زباں جن کی تراش
ایک کی ترکیب کچھ ہے دوسری کا کچھ قماش
ترجمے کا نیشتر کرتا ہے ہر دل میں خراش
ہیں غذا دونوں اگر کہتے ہیں کیا لیجے تو آش
کہنے کو غلے ہیں تینوں مونگ، گیہوں اور ماش
بجرے اک قطعے پہ ہوں کوئی جتا آبپاش
کیجیے تو اصطلاحیں اپنی بولی میں تلاش
پھر خوشی سے کیجیے اردو کے دل کو پاش پاش
کام آہنگر کا کیوں کر سکے گا بت تراش
گرچہ کچھ ہے ملتی جلتی کھیرے ککڑی کی قاش
داغ اور آزاد تھے گو دیکھنے میں خواجہ تاش
میں اگر کوسوں تو نکلے یا الٰہی میری لاش
ورنہ اس غم میں نہ ہو جاؤں کہیں صاحب فراش

گو نظر آتی ہے مجھ بیکس کی چھوٹی سی بساط
مجھ کو لیکن ہر زباں کے ساتھ ہے خاص اختلاط

بند (۱۴)

ہیں تقریر سے مخاطب آج سارے عام و خاص ۔ اور تیرے واسطے سب کر رہے ہیں کام ۔ خاص

کچھ نہیں شک اس میں ہے سب ہیں تیرے خیر خواہ ۔ خوف ہے لیکن نہ عائد ہو کوئی الزام ۔ خاص

ہے اگر اس کام میں منظور کچھ اپنی نمود ۔ تو نہ رکھا جائے میری آڑ میں اک نام ۔ خاص

اور اگر میری ہی خاطر ہے یہ ساری کائنات ۔ تو نے ہے قسمت یہ میری حق میں کی انعام ۔ خاص

اس خوشی پہ اس مسرت پہ اس اطمینان پہ ۔ کرتی ہوں تجویز یہ صحت کا سبھوں کی جام ۔ خاص

ابتدا ہی آج جیسی گرم ہیں کوشش رہی ۔ تو ضرور اچھا نظر آئے گا اک انجام ۔ خاص

متفق کوشش جو ہی سب کی تو بیڑا پار ہے ۔ ہے ترقی کے لیے میری یہی اک بام ۔ خاص

اختلاف آپس کا دنیا میں مچا دیتا ہے شور ۔ یہ نہ ہوتا تو نہ ہوتا اس قدر کہرام ۔ خاص

کیا گناؤں میں کہ ہیں کتنے مرے نادان دوست ۔ اور ہیں میرے مخالف کون کون اقوام ۔ خاص

بعض کہتے ہیں کہ ہو پنجاب سے اردو جدا ۔ اور پنجابی زباں کا سب میں ہو اکرام ۔ خاص

کیا کہوں کس نے کیا یہ وار سر پر تول کے ۔ جانتے ہیں جاننے والے یہ ہے ابہام ۔ خاص

ایسے لوگوں سے تو کیا ہو آس لیکن شکر ہے ۔ بے کسی پہ میری کرتے ہیں نظر حکام ۔ خاص

سنتی ہوں کی ہے حمایت میری مسلم لیگ نے ۔ میں سمجھتی تھی کہ ہے غیبی یہ اک الہام ۔ خاص

کی بزرگوں نے جو مسلم لیگ کے میری مدد ۔ تو مجھے امید ہے مل جائے گا آرام ۔ خاص

آج سے کل تک مناسب ہی نہ ہو کچھ اور کام ۔ میرے کاموں کے لیے ہیں وقف یہ ایام ۔ خاص

جب تلک اس جلسے میں میں کھولے رہوں اپنی بیاض
دوسری باتیں نہیں کچھ ورنہ ہوگا اعتراض

بند (۱۵)

ہے اس حالت سے جو ہے بس بھری ساری غرض
ایسی کوشش کیجیے بچائیں ہیں علمی زباں
ہیں نہ کہنی کچھ اگر باقی نہ اپنا حال غیر
بے غرض باہم شناسائی کوئی کرتا نہیں
اپنے مطلب کے لیے سب بنے لیتے ہیں جھوٹ سچ
جیسے ہو مصلحت ہے کہ جو اخلاص سے
دوست ہوں یا دشمن ہوں مجکو سب منافق ہیں
مسلماں دوست ہیں یا دشمن ہیں کچھ زنار دار
لیکن نہ چھوڑیں گے ابھی مجکو یہ لوگ
سب کو ہی معلوم ہو کچھ اُن کے دلمیں راز ہے
کچھ کریں لیکن گورمنٹ انھیں ڈالے گی نہ ہاتھ
سے مجکو بد مزا کوئی اسا نہیں
ہی قالب میں اکثر ہند کے قانون ہیں
حامیوں نے میرے مجکو کر دیا حکام رس
اصل مطلب آپا دھاپی میں چھپا جاتا ہے فوت

رہ نہ جائے باتوں باتوں میں کہیں بھاری غرض
ہے یہی اچھی تمنا ہے یہی پیاری غرض
عرض کی ہے آپ سے میں نے بناچاری غرض
جوڑتی رہتی ہے ہر اک شخص سے یاری غرض
یوں سکھاتی ہے غرضمندوں کو مکاری غرض
ہے عجب لعنت زمانے میں ملنسا رہی۔ غرض
کام بنتا ہے جو رہتی ہے نہیں جاری۔ غرض
اُن کا نوری مدعا ہے اُن کی ہے ناری۔ غرض
رکھے گی پوشیدہ چندے اُن کی ہشیاری۔ غرض
گو ابھی کہنے نہ دے گی اُن کی خودداری۔ غرض
سلطنت کوئی سنا کرتی ہے بازاری۔ غرض؟
کیوں کہ پوری ہوتی ہے ایسی بدشواری غرض
سنا ہے کیوں نہ وابستہ ہو سرکاری غرض
لے گئی تھی مجکو دفتر تک یہ درباری غرض
کیا مصیبت میں پھنسی ہے میری بیچاری غرض

کوئی دنیا میں نہیں رکھتا کسی سے کچھ خلوص
اور ہے ہندوستاں میں یہ بلا تو بالخصوص

بند (۱۶)

ہے فقط مجکو نہ اک ہندوؤں سے ربط ضبط
بلکہ ہے اصل میں مجھے سارے جہاں سے ربط ضبط

رات دن رہتا ہے باہم سب سے میرا لین دین
ہے عرب سے میل مجکو اصفہاں سے ربط ضبط

میری خلقت میں ہوا انس اگر کچھ انس کا
سب سے ساتھ اس درجہ بڑھا پھر کہاں سے ربط ضبط

مجھ سے یوں ملتا ہے ہندی فارسی کا حرف حرف
جیسے ہوا اک وقت کو اک مہرباں سے ربط ضبط

اب بہت الفاظ وہ بھی ہر زباں کے مجھ میں ہیں
بے تکلف سب کو ہے میرے بیاں سے ربط ضبط

جسطرح رہتا ہے میرا ان سبھوں سے میل جول
کوئی پائے گا نہ ایسا مہماں سے ربط ضبط

کون ہے وہ جس سے دنیا میں نہیں کچھ میری بات
ہر سُن سے رسم مجکو ہر جواں سے ربط ضبط

میں ہی جب مانوس اپنے منشیوں سے اس طرح
جسطرح رکھتے ہیں سب غنچے باغباں سے ربط ضبط

مندروں میں ہے مرے چرچے مسجدوں میں میرا وعظ
کچھ نہ کچھ رکھتی ہوں میں ہر آستاں سے ربط ضبط

کیوں نہ پہنچ جاؤں میں ہر بزم میں بے روک ٹوک
کر لیا کرتی ہوں پیدا پاسباں سے ربط ضبط

رہتی ہے یہ قوم اکثر میری خاطر داشت میں
کیوں نہ ہو سب سے سوا ہر شعر خواں سے ربط ضبط

خاک نظروں میں سمائے ان کی اب یہ خاکسار
ہندوؤں کو کیا ہوا ہے آ ماں سے ربط ضبط

مجکو خود ان سے عداوت ہو یہ بالکل جھوٹ ہے
اب جو بیٹھے کیا یہ تھا ہر زباں سے ربط ضبط

پوچھتا پھر بات بھی میری نہ دنیا میں کوئی
گر زباں ان کی مٹا دو درمیاں سے ربط ضبط

مختصر یہ ہے کہ دشمن ہے وہ اپنے ملک کا
جو نہ رکھتا ہو مری زباں سے ربط ضبط

ہے گو میاں یوں تو سب کے ساتھ جینہ دل کا جوش
مجکو ہو نہ کا لیکن سب سے بڑھ کر دل کا جوش

بند (۱۷)

وہ بشر کیا ہو نہ جسکو اپنی باتوں کا لحاظ
یا الہی خوش رہیں وہ جن کو ہے میرا لحاظ

شاعروں کے ساتھ ہوں ممنون سید کی بھی
اُن سے بڑھکر کرے گا اور کوئی کیا لحاظ

آڑے وقت میں وہ کام آئے تھے مرے
کیسی مشکل میں اُنھوں نے میرا فرمایا لحاظ

کیا کرتے تھے ہمیشہ میں میری دیکھ بھال
آج کرتی اسقدر میرا نہ اک دنیا لحاظ

ان نگاہوں میں کوئی احسان احسن کش نہیں
چھوٹے کہتی ہوں؟ انھوں نے کیا نہیں رکھا لحاظ

انھیں لوگوں کی ہمت تھی وگرنہ آج کل
پاس دنیا میں ہے کیا چیز اور ہے کیا لحاظ

ہیں سبکدوش اُنکے احسانوں سے بھی ہرگز نہیں
اپنی تحریروں میں جو کرتے رہے پورا لحاظ

جانتے تھے گو زبانیں دوسری بھی وہ مگر
پھر آگے کچھ نہ اوروں کا کیا اصلا لحاظ

اب بھی ہیں موجود ایسی قابلیت کے بزرگ
جو ہمیشہ رکھتے ہیں میرا ہی سر تا پا لحاظ

کون ہے حافظ نذیر احمد سے جو واقف نہ ہو
کیا نہیں کرتی ہے میرا آپ کی انشا لحاظ

کون ہے آزاد کی جو نثر کا مائل نہیں
کون ہے جو اُن کی باتوں کا نہیں کرتا لحاظ

مولوی حالی، ذکاء اللہ، شبلی، یا شرر
واقعی رکھتا ہے ان لوگوں میں ہر دانا لحاظ

دُھن بندھی رہتی تھی میری ہی مسٹر سرشار کو
ہر گھڑی کرتا تھا میرا ہی یہ متوالا لحاظ

اک زمانہ وہ تھا اوروں کا کیا جاتا تھا پاس
اک زمانہ یہ ہے اپنا بھی نہیں گویا لحاظ

کر گئے میری حمایت جسقدر اگلے بزرگ
کون کرتا ہے کسی کا آجکل اتنا لحاظ

میری ہمدردی کا جتنا ہو رہا ہے آج پاس
کاش ہووے یہ نہ اسکے کل نظر آئے ہراس

بند (۱۸)

لکھنؤ، دہلی کی شاہی کا ہوا جب انتزاع
ہو گیا کم، میری خاطر جسقدر تھا اجتماع

ایشیائی علم میں اکثر کمی ہونے لگی
مغربی تہذیب سے ہونے لگا ہر اختراع

ایشیائی قاعدوں پر جو کہ تھی میری بنا
اس لیے اُن کی کمی سے کم ہوی میری متاع

فارسی کے درس کی قلت نے پہنچایا ضرر
فرع پھر کیا رہ سکے جب اصل کا ہو انقطاع

میں جو کچھ یہ کہہ رہی ہوں واقعی ایسا ہی ہی
جتنے ماہر ہیں انھیں اسکی نہیں کیا اطلاع

فارسی کا سیکھنا خود ہی کیا ہی سب نے ترک
ورنہ ہوتا کیا حکومت کی طرف سے امتناع

اب بھی ناممکن نہیں کچھ۔ فکر کرنی چاہیے
کوئی مشکل پھر نہیں ہمت نہ ہارے گر شجاع

جوش آتا ہی نہیں مجکو بھی اپنے حال پر
جسطرح آتے ہیں صوفی وجد میں سُنکر سماع

اور کس کے سامنے لے جاؤں اپنی التجا
آپ ہی ہیں میرے رہبر آپ ہی میرے مطاع

کر لیا ہی سب کو قابو میں نئی تہذیب نے
ہر جگہ اس تُندی کی پائی جاتی ہی شعاع

دے کے اپنے لفظ کی ہی مہربانی مجھپہ بھی
کچھ نہ کچھ مجکو بھی حاصل ہو رہا ہی انتفاع

غیر ممکن ہی کہ محنت کا نتیجہ کچھ نہ ہو
ہو اگر کوشش تو حاصل ہو مجھے بھی ارتفاع

متفق ہو کر جو ہوں ہندو مسلماں مستعد
کیوں رہے کوئی خرابی کیوں رہے باقی نزاع

کم سے کم اُس کام پر جس میں ہو ملکی منفعت
ہی مناسب یہ کہ آپس میں کریں سب اتباع

ہو اگر چندہ مدد کو میری تو مشکل ہی کیا
جمع ہو سکتا ہی خرمن دیں اگر ایک ایک صاع

ہوں بہت قانع ہوسناکی سے ہوں میں بے نیاز
خواہشوں کا میری، دامن ہی بہت تھوڑا دراز

بند (۱۹)

یا ہی اعجاز ہی اثر رکھتا ہی میرا خامہ باغ
نغمہ زن بلبل کی صورت ہو یہاں آے جو زاغ

چمن میرے سخن کا ہی عجب تفریح بخش
سیر ہے جسکی رہا کرتے ہیں شاعر باغ باغ

ہو خواہی سے میری باغ کی مٹی عبیر
ہی چمن گلکاریوں سے میری ہی ہر ایک راغ

ستعاروں اصطلاحوں سے جہاں لیتی ہوں کام
میں بنا دیتی ہوں لالہ اُسکو جو ہوتا ہی داغ

میری تشبیہات کی ادنی کرامت ہی یہ ایک
ہنس بن جاتا ہی میرے باغ میں آکر کلاغ
سودا ۱۲

بے حقیقت شی کو کرتی ہوں حقیقت آشنا
حق نما بنتا ہی میرے ہاتھ میں خالی ایاغ

میں اگر چاہوں تو ذرے کو بنادوں آفتاب
ہو سوا خورشید سے رتبہ میں اندھیرے کا چراغ

میں بھی کرلیتی ہوں غیر الفاظ کو اپنا ہمیں
جسطرح کرتا ہی انگریزوں کا مذہب اصطباغ

مین ل لیتی ہوں ہیئت اگر مجازی ہی حقیقی
آے گر اصطبل میں میرے تو ہو تازی الاغ
گدھا

میں ہوں ان باتوں کی ماہر اور میرے ماہر ہیں
عام شاعر جیسے سودا - ذوق - غالب میر و داغ

جو سمجھتے ہیں مجھے کم مایہ ہیں وہ نا سمجھ
عمر بھر سیکھیں اگر تو بھی نہ حاصل ہو فراغ

ہی فرشتہ بھی جہاں عاری وہ گھاٹی ہی کڑی
پاے گا میرے لغت کا کوئی کیا پورا سراغ

ہیں یہ سب اپنی تسلی کے لیے کہتی نہیں
جانتا ہی میرے یہ اوصاف ہر عالی دماغ

ہو جلن کیا سرد مہری سے کسی نادان کی
خاک ٹھنڈا ہو سکے گا اون سے میرا اُچاغ
جوٹھا ۱۲

کوی مانے یا نمانے کہدیا کہنا جو تھا
اور میرا خاص مطلب کچھ نہیں اِلّا البلاغ

اس سے بڑھکر عرض کر سکتی نہیں میں زینہار
آپ ہیں مختار میرے اور میں بے اختیار

بند (٣٠)

سچ ہے یہ اُردو زباں کے سب ہیں باتیں صاف صاف
سب کو اپنے ظرف کے لائق اٹھا اک خاص جوش
پھر کیا یہ طے کہ بحثیں اور حجت چھوڑ دو
قول سے بہتر عمل ہے، بس کیے جاؤ وہ کام
ہو گئے یہ طے مجلسیں قائم ہوئیں چاروں طرف
پہلے اُردو کی ترقی کو بنی وہ انجمن
گرچہ اُس کا ڈھانچ سنتے ہیں کہ قائم اب بھی ہے
مشتہر اُردو سبھا بھی اک ہوئی تھی حال میں
لیکن اُسکا نام ہی کانوں تک آکر رہ گیا
لکھنؤ، دہلی میں بھی ہیں مجلسیں دو اک، مگر
کر سکیں گے کام ایسی انجمن میں خاک وہ
کام کرنے والا ہونا چاہیے قابل کوئی
مجلسیں قائم ہیں جتنی متفق ہو جائیں سب
ان اصولوں پر نہ رکھی کام کی بنیاد اگر
آج ہیں جس انجمن کی افتتاحی کوششیں

اتفاق آپس میں اک نے کیا بے اختلاف
اور اپنی غفلتوں کا بھی کیا خود اعتراف
ایسی باتوں سے یہ ڈر ہی ہو نہ جائے لام کاف
جس میں قوت ہو نہ جب تک ہو نہ ہو بیکار لاف
تاکہ اُردو کے لیے ہر بات کا ہو انکشاف
مولوی شبلی نے جسکے گرد فرمایا طواف
پڑ گیا ہے کس مپرسی سے مگر اُس پر غلاف
تھا مقاصد سے نہ جسکے کوئی بھی دانا خلاف
کام اُس کا کچھ نہ دیکھا، کیا ہو اور التفاف
شاید اُن میں ایک بھی تک کر رہی ہے اعتکاف
خیر سے جن کا درست اب تک نہیں ہے شین قاف
اُسکی پروا کچھ نہیں سیّد ہو وہ یا نور باف
اب نہیں وہ وقت آپس میں جو ہر دم ہو مصاف
تو نہ چلنے پائے گا اک دن بھی، گستاخی معاف
آرزو ہی بند ہو کر کل نہ دے دل کو شگاف

کام کی باتوں کا ہونا چاہیے فوراً نفاذ
اتفاقاً کوئی رہ جائے تو ہے یہ بات شاذ

بند (۲۱)

دوسری قوموں سے لینا چاہیے ہم کو سبق
دیکھیے تو کر رہے ہیں کام وہ کیا کیا ادق

مدتوں رہتے ہیں منصوبوں میں ہم جس کام کے
ختم کر دیتے ہیں جو دن میں وہ پاتے ہی رمق

دوسری قوموں کی محنت کا ہی گر ایک اتفاق
جب یہ ہو مقصود پھر کیا نظم پھر کیسا نسق

کیوں ہم میں رہا ہی جاں فشانی اُن کی سی
کس کا آ جاتا ہے سر سے پاؤں تک بہکر عرق

دیکھیے اردو زباں کے ساتھ اُن میں جب سبھی
اپنی ہندی کے ادا وہ کر چکے ہیں کتنے حق

کر لیا ہے چندہ کتنا جمع ہندی کے لیے
لائی ہے دینے کو ایک ایک فرد بھر بھر کر طبق

ہندیوں کی ہی یہ حالت ورنہ یورپ کا عروج
گر نہیں کوئی تو روشن اُس پہ ہوں چودہ طبق

کیا انھیں اس کامیابی پر نہ ہوگی کچھ خوشی
کیا ہمیں اپنی فلاکت پر نہ ہوگا کچھ قلق

ہم میں صالح غور و فکر ہی جوش اگر آئے ہمیں
خوف سے دہشت سے رنگ اپنے مخالف کا ہو فق

کیا کریں لیکن کہ ہم میں اتفاق اصلا نہیں
آج کل اجزا کا اپنے ہے جدا ایک اک ورق

ہیں یہی باتیں جو پہنچاتی ہیں تکلیفیں ہمیں
کیا دکھائیں چاک ہے دل بھی کلیجا بھی ہے شق

جس طرح دنیا کی بازی گاہ میں ہم ہیں تباہ
یوں پراگندہ نہ ہوں گے گنجفے کے بھی ورق

ہم وہ غافل ہیں نہ چونکیں، خواہ کچھ ہوتا رہے
چاند ڈوبے - پھر نکلے - صبح ہو پھوٹے شفق

یا الٰہی کر مدد یہ تنغض کی کائی چھٹے
ہے ترے نزدیک سب آسان یا رب الفلق

گو صنہ نافرمانیاں بے حد ہیں اپنی بھی - مگر
تیری رحمت کے لیے ہر حال میں ہیں ہم احق

چھوڑ دیں ہم متفق ہو کر اگر آپس کی ضد
پھر ہوتے پائیں اپنی قوتیں بھی منفرد

بند (۳۳)

ہمّتی اپنا زمانہ ہے نہ دشمن ہے فلک
جب تلک آپ اپنی مدد کرنے کے ہم عادی نہ ہوں
کام کے قابل کسی صورت نہیں وہ آدمی
بات کہکر گر عمل کرنے پہ آمادہ نہیں
کام کی عادت نہیں - باتیں بنانے کا مرض
اپنے عیبوں پر نظر ہوتی نہیں ہمکو کبھی
دیکھا دیکھی چاہے کی کچھ بات پامال کر دیں - مگر
آدمیت بھی سلیقے کی نہیں آتی ہمیں
جب ہماری ہی یہ پستی جب ہمارے ہیں یہ ڈھنگ
عادتیں اسلاف کی ہم نے مٹا دیں یک قلم
خصلتیں اوروں کی بھی بد ہیں - مگر وہ اسطرح
جیسے ہم پر - مگر ہوتا ہے جب ان کا اثر
کر سکینگے خاک ایسے میں پھر کوئی کام
کام کرنے کے لیے قائم نہیں کوئی اصول
جب نکمّے ہیں انھیں پروا ہو کیوں کر کام کی

اپنے ہاتھوں ہو رہے ہیں ہم ذلیل اسوقت تک
کوئی کر سکتا نہیں ایسوں کی دنیا میں کمک
جو چلے کاوک رستہ - چھوڑ کر سیدھی سڑک
پھر ترقی میں ہماری کچھ رہے باقی نہ شک
اس میں ہیں ہم بے تامّل اُنھیں عملی ہے جھجک
دوسروں پر معترض ہوتے ہیں لیکن بے دھڑک
پھر نہ دیکھیں خواب بھی اُسکا جہاں جھپکے پلک
ہے مگر خواہش دلی دلمیں کہ بنجائیں مَلک
پھر نہ کیوں کر دیکھنے والوں کو ہمسے ہو کھٹک
کندہ جتنے نقش تھے دل پر ہوئے سارے وہ حک
اُڑ رہے جیسے سفیدی دال میں جیسے نمک
پھر نہ دلمیں پاس رہتا ہے نہ آنکھوں میں جھجک
چھوٹتی اک دم کو بھی منہ سے نہیں جن کے سٹک
جانچنے کے واسطے پاتے نہیں کوئی محک
قدر سوچ کی بھلا کس طرح سمجھے شپرک

کچھ نئی نکلی نہ تھی چاہا ہمیں کے سر میں سلاخ
ہو گئیں محنت سے پانی - تھیں جو راہیں سنگلاخ

(۲۳)
بند

لوگ گھبرائیں نہیں، بس ختم کرتا ہوں مقال
اور باقی رہ گئے ہیں چار چھ میرے خیال

یہ ہے قائم انجمن مل جل کے جس کے واسطے
ہے یہی اس کا نتیجہ ہے یہی اسکا مآل

حملے جو اُردو زباں پہ ہو رہے ہیں آجکل
روکنے کی خاطر اُن کے اک بنائی جائے ڈھال

ساتھ ہی اس کے وہ تدبیریں بھی لائیں کام میں
جن سے اُردو کا ادب حاصل کرے پورا کمال

ہے کسر جن باتوں کی اب تک انھیں پورا کریں
ہے مضر اُردو کے حق میں اب زیادہ ڈھیل ڈھال

مہرباں اور وہ ہیں جتنے ملک میں اپنے بزرگ
اُن سے بھی امداد کی خواہش کریں ہم خستہ حال

وفد اپنا لے چلیں ہم ملک کے شاہنشاہ تک
کیوں کہ ہے اُنکی مدد سے ہر ترقی بے زوال

مکتبوں میں مدرسوں میں جو کہ بچے ہیں پڑھیں
ہو اگر نقصان کچھ اُس میں کریں اُس کی سنبھال

شاعروں کی شاعری پر بھی توجہ چاہیے
اُن سے چھٹوائیں وہ مضموں جن میں پائیں ابتذال

بے ضرورت اجنبی الفاظ داخل ہوں اگر
اُن کا اُردو میں استعمال ہو بے دیکھ بھال

ملک میں اخبار پرچے جتنے پاتے ہیں شیوع
جانچنے کی طرح جانچیں اُن کی ساری بول چال

مجلسیں قائم ہیں جتنی اب تک اُردو کے لیے
اُن سبھوں کا ایک ہی مجلس سے کر دیں اتصال

تا کہ جتنی منفرد ہیں طاقتیں ہوں متفق
تا کہ مٹ جائے جو باہم ہو گیا ہے انفصال

سب سے پہلے متفق ہو کر کریں یہ کوششیں
دور ہو ہندو مسلمانوں کا باہم اشتعال

جی پہ اپنے ٹھان لیں گر سب تو کچھ مشکل نہیں
دل سے چاہیں سب اگر تو بات ہے کیا محال

گر نہ دیکھی جائے گی وقعت سے یہ سچی صلاح
پا نہیں سکتی ہے پھر اُردو زباں کچھ بھی فلاح

بند (۲۴)

اب یہاں سے پیش کرتے ہیں رزولیشن جو ہم
اُن میں ہے مطلب زیادہ اور ہے مضمون کم

ہے گورنمنٹ اپنی عادل ہمکو ہے اُس سے امید
وہ ہمارے حال پر فرمائے گی بے شک کرم

کی حمایت جسقدر اُردو زباں کی آج تک
وہ نہیں کچھ کم جو آسانی سے ہو جائے رقم

ہوگئے ہیں اسکول ہر قصبے میں ہر اک شہر میں
کر دیے جاری کہ دنیا فیض پائے یکقلم

وہ کتابیں کورس میں اُردو کے داخل کی گئیں
تھے مطالب جن کے عالی جن کے مضموں تھے اہم

کی عدالت میں بھی داخل جا بجا اُردو زباں
حاکموں کے فیصلوں میں بھی چلا اُردو قلم

ہو گیا اُردو میں پھر قانون کا بھی ترجمہ
ہر جگہ سرکار نے اُردو کا پہنچایا قدم

کس رعایا کو ملی ہے سلطنت ایسی کہیں
کس نے حاکم ابتک ایسے پائے ہیں عالی ہمم

عدل پر اِس سلطنت کے ناز کرنا چاہیے
ایسے عادل ایسے منصف تھے نہ کسریٰ اور جم

اب اُسے عرض کرنا چاہیے ہمکو یہ حال
ہند میں چاروں طرف اُردو کا جاری ہے علم

پہلے حاکم ہند میں آتے جو انگلستان سے
جانتے تھے کچھ نہ کچھ اُردو زباں وہ ذی حشم

ہندی اپنے دل کی باتیں اُن سے کہہ سکتے تھے سب
بے تکلف پھر سمجھ بھی لیتے تھے وہ محترم

اب جو حاکم آتے ہیں اُردو سمجھتے ہی نہیں
پھر ہو کس ترکیب سے بدلہ خیالوں کا بہم

ہم کہیں اُن سے کہ ہم ہی ایک نقّارے کی قسم
اجنبیت سے وہ سمجھیں ہے بغاوت کا یہ کم

اجنبیت جبکہ حاکم کو یہ ہو محکوم سے
پھر نہ ہو کس طرح بیچاری رعایا متہم

ہو اگر یہ عام شاہی حکم تو ہے کیا ہرج
سیکھ کر اُردو زباں آئیں کلکٹر اور جج

یادگار شرر

از تصانیف منشی محمد ارتضا علی صاحب شرر کاکوروی تلمیذ

نواب فصیح الملک بہادر داغ دہلوی

مترجم

مضامین اڈیسن وغیرہ

مؤلف

ارمغان دکن

مصنف

ارمغان احباب وغیرہ وغیرہ

مطبع شاہم ادن واقع چھاؤلال لکھنؤ میں چھپی

سنہ ۱۸۹۲ء

قیمت فی جلد ۱ / (جملہ حقوق محفوظ)
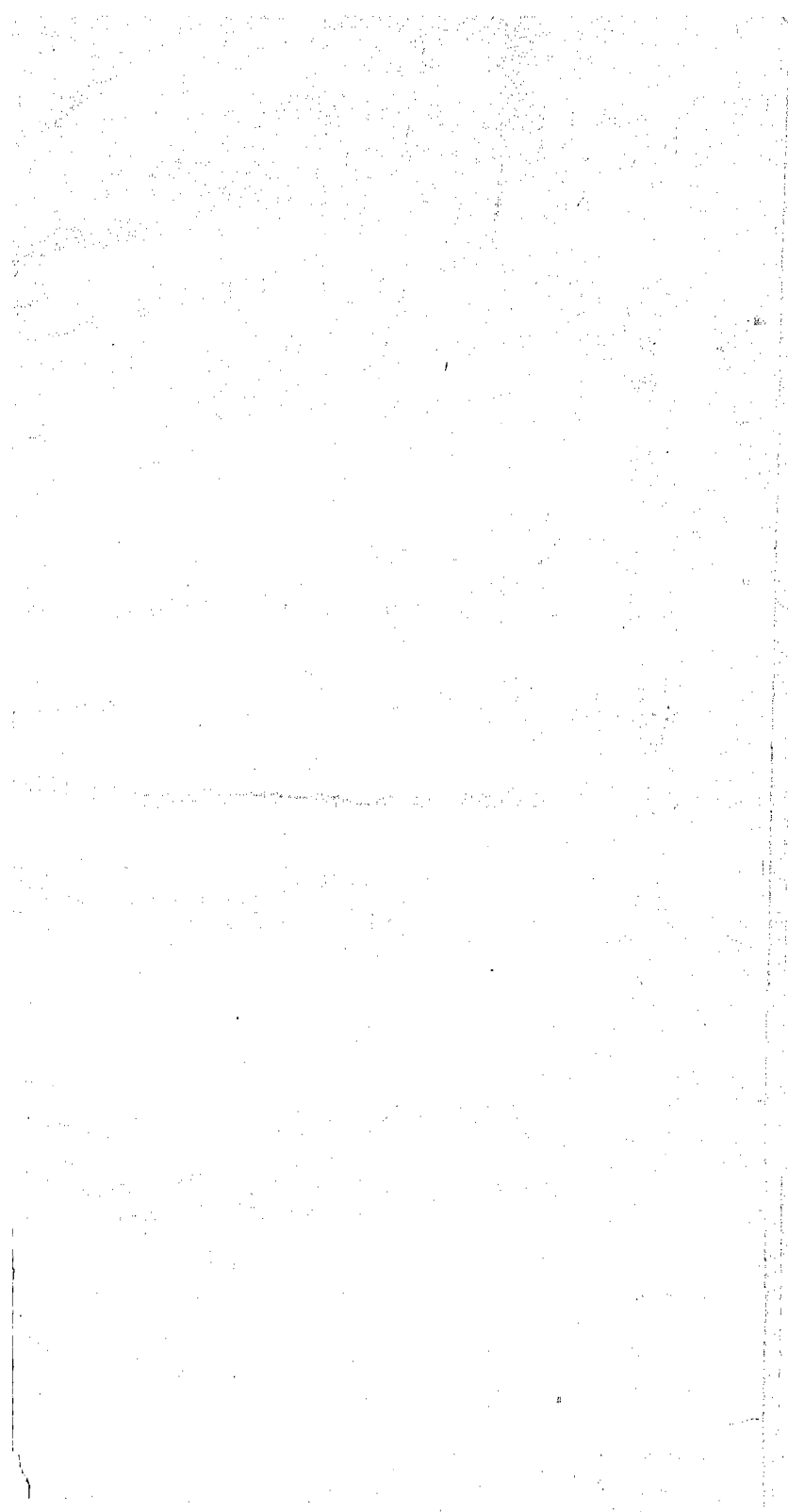
بنام نامی

قدردان شعر وسخن جوہر شناس علم وفن والا دودمان

نواب محمد مزمل اللہ خان صاحب بہادر تعلقہ دار

بھیکن پور ضلع علی گڈھ ممالک مغربی وشمالی

خادم قدیم

نے

باظہار عقیدت واحسانمندی اس ناچیز مجموعہ کو

بعد حصول اجازت

معنون کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نصیحت

فروری سنہ ۱۸۹۵ء مین بعض روشن خیال دوستون نے ایک لٹریری کلب قایم کرنیکی تجویز اور مجھسے یہ خواہش کی تھی کہ مین جلسہ افتتاح کلب مین کوئی نظم پڑھون - اس درخواست نے میرے دل مین ایک قسم کی گُدگُدی سی پیدا کردی - مین نے اس موقع کو غنیمت جانا اور اپنے اُن خیالات کے اظہار کی فکر کی جو مدت سے میرے دلکو بے چین کر رہی تھی لیکن افسوس ہے کہ اُن خیالات کو ویسے صرف زبان قلم تک آنا نصیب ہوا - جلسہ افتتاح کیا بوجوہات کلب قایم کرنیکی مبارک تجویز ہی ملتوی ہے اور بدقسمتی سے ہنوز حالت التوا مین ہے اور رہے گی - انتظار کی زحمت کہانتک اُٹھائی جاتی - اب مین اس مسدس کو مودبانہ گذارش کے ساتھ جوہر شناس پبلک کے سامنے پیش کرتا ہون جہان کہین لغزش پائین معاف فرمائین کیونکہ ہمو نگکسی اندوہ ناک حالت کے اظہار مین نزاکت بیان اور ترتیب لفظی کا خیال کہنا ہی بناوٹ ہے

فصل گل رخصت ہوئی آئی گلستان مین خزان	بلبلان چہچہ زن ہر طرف مین نوحہ خوان

شاخ ہے بے زیورِ گُل مثلِ دستِ بیوگان
شہر ہے یا ہوگئی ہے خشک چشمِ عاشقان

فصلِ دے کے آتے ہی کیسی اُداسی چھا گئی!
موسمِ گُل کیا گیا گلشن پہ آفت آ گئی!

فصلِ گُل کے ساتھ رخصت ہوگئی دل بستگی
دم خفا سینے کے اندر اور گھبراتا ہے جی
اب تو حالت قلب کی ہے اور سے کچھ اور ہی
آہ ہے اب اُن لبوں پر جن پہ آتی تھی ہنسی

بلبلِ افسردہ کی صورت ہے اپنا دل اُداس
منتشر اوراقِ گُل کی طرح ہیں اپنے حواس

فصلِ دے میں رخ کریں کیا باغ و بستان کی طرف
تو چلے جاتے ہیں ہم شہرِ خموشان کی طرف
دیکھتے ہیں یاس سے گورِ غریبان کی طرف
کشتگانِ حسرت و اندوہ و حرمان کی طرف

اس شہر پر جاتے ہیں ہم انکی زیارت کے لیے
خاک جنکی توتیا ہے چشمِ عبرت کے لیے

واہ کیا عبرت فزا شہرِ عدم آباد ہے
جو یہاں آیا غمِ دنیا سے وہ آزاد ہے
جس سے ظاہر ہے کہ قصرِ عمر بے بنیاد ہے
جو وہاں ناشاد رہتا تھا یہاں وہ شاد ہے

رہ نوردانِ عدم کی پہلی منزل ہے یہی
کشتیِ عمرِ رواں کا پہلا ساحل ہے یہی

ہے کہیں عبرت فزا قبروں میں خاکِ مہوشان!
تازہ کفنائی ہوئی رکھی ہے نعشِ نوجوان!
قبر کے باہر پڑے ہیں عاشقوں کے استخوان
جس پہ حسرت کا ہے ماتم بیکسی ہے نوحہ خوان!

آ رہی ہے ہر طرف سے یہ صداے دردناک!
خاک سے پیدا ہوئے تھے ہوگئے آخر کو خاک!

اک طرف خوابِ عدم میں ماہرانِ علم و فن
شمعِ علم و فضل و دانش رونقِ ہر انجمن
شاعرانِ معتبر مشہور ہے جنکا سخن
بزمِ ہستی کو تھا ان پر ناز تھے فخرِ زمن

جنسے عزت تھی ہوئے ہین خاک اُنکے استخوان
کچھ دنون مین خاک کا بھی ہم نہ پائینگے نشان

وا ے عبرت تھے کبھی ہم لوگ بھی اہل کمال
تھے بلیغ و بافصاحت با مذاق و خوش مقال
علم مین بے مثل تھے اور فضل مین بھی بے مثال
نیک سیرت نیک صورت نیک دل نازک خیال

ہم نے قربان کر دیا تھا مال و دولت علم پر
آ گئی تھی اُن دنون اپنی طبیعت علم پر

زور رکھتے تھے قلم کیطرح جیسے تلوار مین
کرسی عزت تھی حاصل شاہ کے دربار مین
سر عدو کا ہم اُڑا دیتے تھے پہلے وار مین
ہین نہین کم منتظمین انگریز کی سرکار مین

اپنے آنکھون پر بٹھایا سب نے ابرو کیطرح
سر چڑھایا سرورون نے ہمکو گیسو کیطرح

تھا حروف دور کی صورت جدا ہم سے نفاق
خون تھا اپنی رگون مین بھرا تھا اتفاق
کینہ و بغض و حسد سے تھے سب پاک الاق
ذوق ہمدردی تھا جبتک خوب تھا اپنا مذاق

وقت پڑتا تھا اگر کوئی تو ہم سب ایک تھے
بات یہ تھی اُن دنون جو لوگ تھے سب نیک تھے

کبر و نخوت کا ہمی رشک و حسد پہلے نہ تھا
تھا نہ کچھ بھی پاس اپنے علم و دولت کے سوا
ڈھونڈھنے سے بھی کہین ملتا نہ تھا انکا پتا
برکتین ہمکو ملی تھین ہمسے راضی تھا خدا

با مروت با سخاوت با حوصلہ روشن خیال
ہم بہت کچھ تھے کبھی پر گر نہ تھا اپنا سا حال

گھٹ گئی توقیر جتنی تھی جو نخوت بڑھ گئی
گھٹ گئی وہ آبرو جھوٹی مشیخت بڑھ گئی
کم ہوئی دولت ہماری اور نکبت بڑھ گئی
ساری رسوائی سر آ گئی بد دولت بڑھ گئی
خوبیان رم کر گئین افسوس آہو کیطرح
چشم عزت سے گرے ہم لوگ آنسو کیطرح

پڑھنے اب سکول مین جانے لگے لودھے چمار		ہاتھ اُٹھایا علم سے کی ہمنے غفلت اختیار
الغرض ہے کاہلی پر آجکل دارومدار		گر نصیحت کیجیے ہوتا ہے ہمکو ناگوار

روٹیان کھانیکو ملتی ہین طبیعت سیر ہے
سوجھتا کچھ بھی نہین ہمکو عجب اندھیر ہے

ہم کرین کچھ نام پیدا ہمکو ہمت دے خدا		شہرتِ اسلاف پر ہے ناز بالکل ناروا
حال کے معنی جدا ہین اور ماضی کے جدا		جد و آبا تھے اگر سلطان ہم تو ہین گدا

اہل عالم مین ہمین ممتاز ہونا چاہیے
پھر خلف ہونے پہ اپنے ناز ہونا چاہیے

علم انگریزی کے پڑھنے سے نہون کاہم فرہین		مدرسہ مین ہم پڑہین کیا جب ہے شعارِ اہل دین
ہیچ کھائین گے اسے اسکول جانے کے نہین		ہے ابھی تھوڑی سی باقی پابے ادائی دین

جو سے بد کیواسطے حیلے بنین گے بےحساب
الغرض ہم ہاتھ مین لین گے نہ بھولے سے کتاب

اسکو ہم کیونکر پڑہین محنت کی عادت ہی نہین		علم انگریزی تو یون چھوٹا رہا اب علم دین
بخشدیگا ہے بڑا غفار عالم آفرین		کاہلی نے کر دیا ہو یہ ہمارے دل نشین

رہ گئے جیسے کہ تھے ہم دین و دنیا چھوڑ کر
ہو گئے گمراہ راہِ عقل سے منہ موڑ کر

فرض ہے ہمپر کہ سیکھین اپنے سلطان کی زبان		کام چل سکتا نہین اس سلطنت مین بیگمان
ہان مگر باقی ہین اسلام کے ہم مین نشان		ہو اگر ہمت تو دین بی اے ایم اے کے امتحان

ہم جو انگریزی سمجھتی ہین تو جاہ و ثروت کے لیے
خالی عزت ہی نہین دنیا مین دولت کے لیے

علم کے جانب ذرا مصروف ہون بہر خدا		خیر اتنک جو ہوا اُسکو سمجھ لین ما مضی

خواب غفلت سے اُٹھیں آنکھیں کہاں ابتک ابھی کیا
کس طرف کی چل رہی ہے باغ عالم میں ہوا

جو شب عیش و طرب تھی وہ گزر جانیکو ہے!
جس نشے میں چور تھے اب وہ اُتر جانیکو ہے!

لیمپ روشن ہیں جہاں جلتے تھے مٹی کے چراغ
مغربی فیشن کے بنوائے گئے ہیں خانہ باغ
کہربائی روشنی سے ماہ میں آیا ہے داغ
اور ہی ہے بوے گلشن اور ہیں پتو باغ

حکمران ہیں کیوں آنکھیں کھولکر دیکھو ذرا!
ہاں سنبھالو اپنی حالت کو بس اب بہر خدا!

اس زمانے میں شرافت ہے اسی کے بالیقین
نوکری کی فکر میں ہم لوگ جاتے ہیں کہیں
پڑھ کے انگریزی ہوئے اجلاف سب گردن نشین
پوچھتے ہیں ہم سے انگریزی پڑھے ہو یا نہیں

مغربی تعلیم پر ہے آجکل دار و مدار
مشرقی تعلیم کا اب وہ نہیں عز و وقار

منصفی ہے شرط کہدو عام حالت ہے وہی
ہے وہی ثروت تمہاری اور دولت ہے وہی
مطمئن ہیں دل تمہارے اور فراغت ہے وہی
ہے وہی اگلی وجاہت اور عزت ہے وہی

وہ اگر خوش ہیں تو ہم افلاس میں ہیں مبتلا
جنکو اب دو روٹیوں کا بھی نہیں ہے آسرا

جب سے دولت ہاتھ آئی تھی وہ تھا جوہر کہاں
ہے اگر دولت غریبوں پر ہو اب بھی مہربان
ہیں کہیں کچھ پاس دو سکے ہو تم اسکا نشان
کیا ہلا دیتی ہے دل سینے میں آہ بیکسان

جب وہ ہمدردی نہیں باقی مروت ہی نہیں
لاکھ دولت ہو تو کیا ہے جبکہ ہمت ہی نہیں

اپنے جلسوں کو اگر دیکھو تو ہے کچھ اور رنگ
خوش ہیں بکنے سے کہاں ہے عار ہمکو کب ہے ننگ
ہم مذاق ایسا کرینگے ہے نتیجہ جسکا جنگ
ہیں نرالی خصلتیں اپنی نرالے اپنے ڈھنگ

علم کا ذکر آئے کیون ہین ہنسی کیواسطے
واہ ہم پیدا ہوئے ہین دل لگی کیواسطے

اب مناسب ہے کرین اخلاق کی اصلاح ہم
خاص اس مجلس پہ اک مضمون عمدہ ہو رقم
کام لین ہمت سے اب اس اوج کہین قدم
پُر اثر الفاظ با معنی ہون سب زیب قلم

جس طرح سے ہو سکے اصلاح کے سامان ہون
مشکلین جتنی پڑی ہین آجکل آسان ہون

گھر پہ بیٹھین تو نہ کھیلین گنجفہ شطرنج تاش
چھوڑ دین اپنی کسلکے ہین یہ باتین لاخراش
بلکہ ہم پڑھین کتابین اچھی اچھی کرکے تلاش
ذکر ہو تو ذکر علمی فکر تو فکر معاش

وقت ہاتھ آئے اٹھائین فائدہ اس سے ضرور
رکھتے ہین اسپر عمل سب عاقلان ذی شعور

ہین کتب بینی کے دنیا مین فوائد بیشمار
ایک مضمون کو اگر تم دل سے دیکھو ایکبار
خود ہی کھل جائینگے تم اسکو کرو تو اختیار
اور پھر سوچو ذرا لکھتا ہے کیا نامہ نگار

لطف مضمون آئے تمکو غور سے گر کام لو
میرا ذمہ پھر جو اسکے چھوڑنے کا نام لو

کاہلی سے باز آؤ کاہلی اچھی نہین
یہ بری صحبت جو اپنی ہے کبھی اچھی نہین
ہے اگر بیکار تو وہ زندگی اچھی نہین
یہ ہنسی اچھی نہین یہ دل لگی اچھی نہین

آئے ہین دنیا مین ہم کچھ نام کرنیکے لیے
گنبد گردان کے نیچے کام کرنیکے لیے

ہان اٹھو بیدار ہو جاؤ نہین سونیکا وقت
چھوڑ دو ہنسنا ہنسانا اب ہے پڑھنے کا وقت
ہان غنیمت جان لو اسکو نہین کھونے کا وقت
اب ہے اشک پشیمانی سے منھ دھونے کا وقت

صبح ہوتی ہے چھپا جاتا ہے وہ بدر کمال
آن واحد مین ہوا جاتا ہے اب کچھ اور حال

علم ہے جوہر ہمارا اسکو کیون کھوتے ہین ہم
جہل کے جانب کیون ہلکان کیا ہے ہم
کیون نہین ہوتا ہے اپنی چیز کے جانے کا غم
بیٹھے بیٹھے کیا ہوا ہمکو ابھی اچھے تھے ہم

شوق علمی ہوگیا کافور ہے کیا غضب
کیون نہین کرتے ہین پیدا پھر اسے ہم کس سبب

کیا خلف ہونے کی ہمکو آرزو باقی نہین
ہمکو عادت تھی جو اک اب وہ خو باقی نہین
جا بجا رخنے ہین کیا جائے رفو باقی نہین
کیا رگون مین اب نہین اب وہ لہو باقی نہین

یاد سے جاتے رہے ہین کیا بزرگان کہن
شہرۂ آفاق تھا دنیا مین جنکا علم و فن

جا کے دیکھین مقبرون مین سو رہے ہین جو وہان
وہ چھپے ہین قبر مین اور فضل انکا ہے عیان
اپنی عبرت کے لیے کافی ہین انکے استخوان
اور سرہانے ہین انکے علم انکا نوحہ خوان

علم کو حاصل کرین اور ویسے ہی ہو جائین ہم
غرق ہون تحصیل مین ایسے کہ بس کھو جائین ہم

علم ہے سرمایۂ فخر و شرف جاہ و وقار
مال و زر سب علم کی تحصیل پر کر دین نثار
علم سے ہم تھے معزز علم تھا اعتبار
زر نہو تو جان و دل آرام و آسایش قرار

تا رود عہد خزان آید بہار باغ ما
گل بخندد نغمہ پیرا ید ہزار باغ ما

خواب عبرت

نظم ذیل محمڈن ایجوکیشنل کانگرس کے اجلاس چہارم منعقدہ ماہ دسمبر ۱۸۸۹ع مین بمقام اسٹریچی ہال واقعہ بورڈنگ ہاوس ام۔ اے۔ او کالج علیگڈھ پڑھی گئی تھی جسکو پڑھی گئی وہ شب یاد تھی۔ اور بجائے جناب عالی ڈاکٹر سر سید احمد خان صاحب بہادر کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ ال ال ڈی سکریٹری کا نوٹ اس مجموعہ مین شامل کی گئی

چاندنی رات تھی گل پیر فلک کے مہمان / کہ سر شام سے تھا صبح منور کا گمان

سطح غبرے پہ تھا اسطرح پڑا عکس قمر / صاف دھوئی ہوئی جسطرح بچھی ہو چادر

عالم نور وہ ہر شے پہ نظر آتا تھا / جلوہ تابش خورشید کو شرماتا تھا

چرخ پہ عقد ثریا کی نمایاں تھی بہار / جسطرح گردش مہوش میں جڑاو کوئی ہار

منتشر چرخ پہ ہر ایک طرف تھے اختر / جسطرح ہار کے ٹوٹے ہوئے موتی اکثر

کہکشاں اور ستاروں کا عجب تھا نقشا / نیلی مخمل پہ بنا کام تھا زردوزی کا

قابل سیر تھا دریا شب مہتاب میں کل / خانۂ آب تھا پر تاب کہ تھا شیش محل

آب دریا تھا شب ماہ میں یوں موج فگن / چہرہ حور پہ جسطرح سے زلفوں کی شکن

چاندنی رات سے پیدا تھی مزے کی خنکی / اور دلہن کیطرح آہستہ ہوا چلتی تھی

دیر تک میں نے یہ قدرت کا تماشا دیکھا / صنعت صانع معبود کا نقشا دیکھا

چاندنی دیکھکے اسطرح کی فرحت پائی / دیکھتے دیکھتے آنکھوں میں مری نیند آئی

خواب میں کہہ نہیں سکتا مگر اک غفلت تھی / خواب اصلی نہیں نقلی کی سی کیفیت تھی

سرزمیں ایک نظر آئی نہایت آباد / پر فضا روح فزا دلکش و دلچسپ سواد

وہ عمارت نظر آتی تھی وہ قصر و ایوان / منفعل جنکی بلندی سے سپہر گردان

خانقاہیں تھیں مساجد تھی کہیں دار علوم / حق پرستوں کا رہا کرتا تھا ہر وقت ہجوم

اللہ اللہ وہ ذکر احدی ورد زبان / دیکھکر شغل کو تھے جن و ملایک حیران

انکی تسبیح کا ہوتا تھا فلک پہ چرچا / انکی توصیف میں ہوتے تھے ملایک گویا

خانۂ حق کی سجاوٹ کا کروں کیا میں بیان / خامہ معذور ہے تحریر سے قاصر ہے زبان

سرو قد تھے وہ اقامت میں ستون بنیاد / جسطرح آگے جماعت میں کھڑے ہوں شمشاد

طاعت ایزد باری میں جھکی تھی محراب / پر وہ سجدے کے لئے گرتے تھے ہو کر بیتاب

در و دیوار سے تھا نور الٰہی کا ظہور / تھا لب فرش مساجد پہ خدا کا مذکور

خطبہ و وعظ کا ہوتا تھا جو پیہم چرچا
فخر سے عرش معلے پہ سر منبر تھا

مدرسون مین تھی وہان کثرت تعلیم علوم
طلبہ کا ہی رہا کرتا تھا ہر وقت ہجوم

فلسفہ منطق و انشا و ریاضی حکمت
تھی معانی و احادیث کی کیا کیا کثرت

فقہ مین اور عقاید مین تھا ہر اک کامل
انھین چرچون مین بہلتا تھا وہان سبکا دل

جتنے اُس شہر مین رہتے تھے بہت تھے خوشحال
جانتے ہی نہ تھے کہتے ہین کسے رنج و ملال

نیک تھے اُنکے خیالات چلن اچھا تھا
برکتین اُنکی تھین راضی تھا بہت اُنسے خدا

حضرت سرور عالم کی شریعت جاری
ظالم و فاسق و فاجر پہ تھی ہیبت طاری

بے غرض منصف و عادل تھے وہان کے قاضی
فیصلے وہ کہ فریقین تھے جن سے راضی

چھوٹے چھوٹے سے نئے اُس شہر مین بازار تمام
جہان بکتے تھے تجارت کے سب اجناس اہم

بیچنے والے تھے ایمان پہ اپنے محکم
لینے والے تھے مسلمان بڑے نیک شیم

اچھی نیت کا یہ پھل تھا کہ ہمیشہ دولت
گنج قارون کی دکھاتی تھی اُنھین کیفیت

کارخانے تھے وہان صنعت و حرفت کے تمام
کام ایسا تھا کہ دنیا نے نہ دیکھا ہو وہ کام

دستکاری تھی زمانے مین اُنکی روشن
دیکھکر دنگ تھے سب اہل فرانس و لندن

نزہت افزا و طرب خیز وہان کے سب باغ
سرو تازہ ہو جنھین دیکھکے عالم کا دماغ

بوے گلشن تھی کہ چلتی تھی وہان عنبر و عود
جب ہوا آتی تھی پڑھتی ہوئی آتی تھی درود

روز رہتی تھی جوانان چمن مین اک عید
جنبش برگ سے آتی تھی صداے توحید

جھومتے تھے مئے وحدت کو پیے سب اشجار
ڈالیان جھکتی تھین سجدے کو زمین پر بار بار

پھل تھے سب اپنے عقیدے مین نہایت پختہ
دیکھکر جنکو ہوے دنگ سب اہل عقیدت ششدر

لب جو سبزے کے سونے کا عجب تھا انداز
سو گئے حضرت [illegible] کرکے وضو پڑھتے نماز

ننھے ننھے سے تھا خیر نگی قدرت کا ظہور
آتش گل سے عیان ہوتے تھے وان جلوۂ طور

صحن گلشن مین بپا شور جوانان چمن
گا رہے تھے عجب انداز سے مرغان چمن

بادۂ عیش سے لبریز تھا لالہ کا ایاغ / نشہ ایسا تھا کہ ہر ایک کا مختل تھا دماغ

دفعتاً آنکھ سے غائب ہوئی وہ باغ و بہار / خواب نوشین سے ہوئی مردم دیدہ بیدار

خانقاہین نظر آتین نہ وہ مسجد نہ وہ باغ / نہ وہ غنچہ نہ وہ گل اور نہ وہ لالہ کا ایاغ

نہ مسلمانون کی دولت نہ وہ ثروت نہ علوم / نہ وہ اسکول نہ وہ درس نہ لڑکون کا ہجوم

نام اسلام کا باقی ہے کہان اب اسلام / اور وہ نام بھی افسوس ہوا ہے بدنام

جاہ و اقبال گیا رہ گئی نکبت باقی / عیش و عشرت کی جگہ حسرت و عسرت باقی

بیکسی برستی ہی رہتے تھے جہان شاہ جہان / ہو کے میدان ہوئے ہائے وہ قصر و ایوان

مل گئی خاک مین وہ عظمت و ثروت بالکل / ہو گئی شمع شبستان جہان بانی گل

تخت سلطان تھا جہان خاک کا انبار ہے وان / اینٹ ڈہونڈھے سے بھی ملتا نہین شاہی کا نشان

چرخ نے ظلم کیا رنگ یہ لائی تقدیر / مانگنے بھیک لگے جو تھے زمانے مین امیر

دانہ دانہ کو ہوئی قوم ہماری محتاج / لیکن افسوس ابھی ہے وہی شاہانہ مزاج

نہین جاتی ہے امیری کی ابھی بو ہے وہی / ہے وہی طرز وہی رنگ ابھی خو ہے وہی

باز اسراف سے آئے نہ اگر قرض ملے / گنج قارون بھی کرے صرف جو بالفرض ملے

ناچ گانے مین ابھی لاکھ کا گھر خاک کرے / کچھ پس و پیش نہ ہو جیب نہ کچھ باک کرے

اور افسوس یہ اس پر ہے کہ غفلت ہے وہی / طلب علم و کمالات سے نفرت ہے وہی

ہو گیا علم مسلمانون سے بالکل معدوم / معنی علم جو پوچھو تو نہون گے معلوم

اپنے ہاتھون سے مٹے آپ حماقت دیکھو / اور ابتک ہے ہماری وہی غفلت دیکھو

ہائے ہمت وہ کہان ہے وہ حمیت ہے کہان / جوش زن کیون نہین سینے مین وہ غیرت ہے کہان

ہے ابھی خیر خبردار سنبھل جا اے قوم / پیچھے رہنا تو نہین خوب نکل جا اے قوم

شکر کر قوم کہ سید سا ہے تیرا پشت و پناہ / پیر با دانش و تدبیر حقیقت آگاہ

جسنے لی سارے زمانے کی برائی سر پر / بھیک بھی مانگی ترے واسطے جسنے در در

سچے دل سے ترا ہمدرد ترا خیر طلب
جسکو ہے تیری ترقی سے ہمیشہ مطلب

ناخدا ہی تری کشتی کا وہی ہی ملاح
ایسے طوفان مین دیتا ہی تجھے نیک صلاح

تجھکو تدبیر بتاتا ہی ذرا چل اُس پر
صاف کھل جائیگا ای قوم تجھے نفع وضرر

زر تو کچھ مال نہین جان مٹانے والا
خود بگڑ کر تجھے اے قوم بنانے والا

خاک ذلت سے اٹھاے تجھے بالا کردے
تجھ مین کھوئی ہوئی جو بات ہی پیدا کردے

اسکی تقریر نے اک دھوم مچادی ہر سو
اسکی تحریر ہوئی اپنے اثر مین جادو

نور سے اُسکے منور ہین یہ دیوار یہ در
یہ چمکتے نظر آتے ہین اُسی کے جوہر

اسکی تحریک سے پنجاب کو جوش آیا ہے
اسکی تحریک سے بیہوشون کو ہوش آیا ہے

جسنے غفلت کو سولایا ہے یہ وہ سید ہے
جسنے سوتون کو جگایا ہی یہ وہ سید ہے

تیرے ہی واسطے دلی سا وطن چھوڑا ہے
تیری ہی فکر مین بلبل نے چمن چھوڑا ہے

گر کوئی غم ہی زمانے مین اُسے غم ہے ترا
اُسکے گھر مین کوئی ماتم ہی وہ ماتم ہے ترا

تیرے ہی غم مین ہوا پیر ہوئے بال سفید
زندہ رکھتی ہے اُسے تیری ترقی کی امید

شرم رکھ اسکی بڑھاپے کی خبردار ہو اب
دیکھ کیا وقت ہے کیا حال ہے ہشیار ہو اب

طلب علم مین سستی نہ کر ای قوم تباہ
جادۂ علم سے ای قوم نہ ہو اب گمراہ

پھر وہی اپنا زمانے مین بجاوے ڈنکا
پھر اُسی طرحسے دم بھرنے لگین سب تیرا

علم ہی سے تری عزت ہی تری عظمت ہی
علم کے کسب پہ موقوف تری ثروت ہے

باغ عالم مین بندھے پھر تری اگلی سی ہوا
یہ ہوا خواہون کی اللہ سے رہتی ہی دعا

تیرے نکہت تیری عسرت ہو جہان سے کافور
تیرے چہرے پہ چمکنے لگے اقبال کا نور

آب رفتہ سوے جو باز بیاید اے قوم
نزہت تازہ بتو رو بنماید اے قوم

دلپذیر

گیا وہ جاڑوں کا سرد موسم — ہوا میں سردی رہی ہے کم کم
سحر کو ہوتی ہے تھوڑی سردی — کچھ اور زیادہ ہوئی جو بدلی
کرن جو خورشید کی تھی تیز تھی — ہوئی ہے سیدھی جو فصل بدلی
جو فصل بدلی بہار آئی — بہار آئی ہزار آ گئی
ہزار آئی تو چہچہائی — گلوں کی خاطر سے خوب گائی
جو خوب گائی تو لطف آیا — ہزار نے اک سماں دکھایا
عجب سماں تھا عجب مزا تھا — چمن میں شمشاد جپ کھڑا تھا
بھٹا بھٹا نہروں میں صاف پانی — ترچی ہوئی اسکی تھی روانی
ہر ایک تھا دم بخود سراسر — وہ سرو آزاد وہ صنوبر
ہر ایک خاموش سن رہا تھا — ہزار کا نوز کا گلا تھا
مگر نسیم سحر کے جھونکے — ہر ایک جانب سے آرہے تھے
نسیم مستانہ چل رہی تھی — گلوں سے خوشبو نکل رہی تھی
کہ اتنے میں یہ صدائیں آئیں — وہ آسمان پر گھٹائیں چھائیں
نظر اٹھائی تو ہمنے دیکھا — فلک پہ بیشک ہے ابر چھایا
فلک پہ گھنگھور ہیں گھٹائیں — نہیں یہ بیوقت کی صدائیں
فلک پہ آئے حضور بادل — نشاط لائے سرور بادل
ہوئی مرے دل میں گدگدی سی — ہوئی یہاں تک اسے ترقی
کہ ہوکے بیتاب توبہ توڑی — وہ پارسائی سب اپنی چھوڑی
رہا نہ کچھ کام اتقا سے — بلایا ساقی کو التجا سے

یہ نظم ہولی کے دوسرے دن ۱۵ شعبان سنہ [illegible]ھ کو لکھی گئی اور سوز اخبار مہذب میں نکلی تھی —

صبا کو بھیجا کہ لے کے آئے ‏ اُسے مرا درد دل سنائے
کرے ہمارا مذاق ظاہر ‏ کرے بہت اشتیاق ظاہر
جو کچھ وہ مانگے تو دے زر گل ‏ کہے یہ پھر جو وہ لے زر گل
کہ اب ذرا ہو کرم تمھارا ‏ نہیں ہے فرقت انھیں گوارا
اُٹھا دو ساغر اُٹھو چلو تم ‏ قسم ہے گر راہ میں رکو تم
یہ کہکے باد صبا کو بھیجا ‏ ہوا ہمیں انتظار اُسکا
بڑی بلا انتظار تھا وہ ‏ فشار کنج مزار تھا وہ
غرض صبا یہ پیام لائی ‏ بُری خبر یہ مجھے سنائی
نہیں ملا میکدے میں ساقی ‏ نہیں وہاں اب شراب باقی
گیا ہے ساقی کسی کے گھر پر ‏ شراب جو کچھ تھی ساتھ لیکر
اُڑے مرے ہوش پی کے سب ‏ رہا نہ سیر چمن سے مطلب
ہوا مجھے اضطراب ایسا ‏ اوٹھا میں میں چمن سے نکلا
چمن سے میں سوئے شہر آیا ‏ کسی نے مژدہ مجھے سنایا
کہ فصل ہولی کی آگئی ہے ‏ گھٹائی لالہ کی چھا گئی ہے
جو میں نے پوچھا کہ کون لایا ‏ نکل گیا کسکا ہے دوالہ
گھٹائی ہولی نے کھائی کسکی ‏ بتاؤ کس نے سنائی ہولی
ملا مجھے یہ جواب شافی ‏ وہاں چلو بس یہی ہے کافی
خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لو تم ‏ کہاں ہے جلسہ کہاں ہے بزم
کہاں ہیں عیش و طرب کے چرچے ‏ کہاں ہیں بنت العنب کے جلسے
وہاں سے آگے بڑھا تو دیکھا ‏ کہ اک جگہ ہو رہا ہے مجرا
غضب کی تانیں اُڑا رہے ہیں ‏ بتا رہے ہیں لٹا رہے ہیں

بہت سے لالہ ہین جلوہ افگن
کھلا ہے گل لالہ مثل گلشن

عبیر منھ پر کبیر لب پر
گلال سے سرخ فرش و بستر

لباس رنگین ہے زینت تن
برستا بڈھون پہ بھی ہے جوبن

نشہ مین لالہ تھرک رہے ہین
برا بھلا منھ سے بک رہے ہین

سوار بنت العنب ہے سر پر
دماغ کے ساتھ دور ساغر

شراب کا رنگ گال پر ہے
یہ اور طرہ گلال پر ہے

غرض جو دیکھا یہ رنگ محفل
اٹھا مین جلسے سے ہو کے بددل

اٹھا تو نفرت کے ساتھ اٹھا
بڑی کدورت کے ساتھ اٹھا

بچائی عزت شرابیون سے
نکل کے آیا خرابیون سے

اٹھا تو لاحول پڑھ کے اٹھا
ملی گلی سے پھر آ کے تو با

ہوئی ہم آغوش پارسائی
غزل یہ اُسنے مجھے سنائی

ڈرو خدا کے عذاب سے تم
شراب خانہ خراب سے تم
شراب خانہ کی راہ لی ہے
پھرے ہو راہ صواب سے تم
نہین ہے کچھ شک کہ بھاگئے ہین
عذاب سے ہم ثواب سے تم
نہ سر اٹھاؤ شراب پیکر
بہت ہی کم ہو حباب سے تم
پیو نہ برف اور یہ برانڈی
جلو گے اِس سرد آب سے تم

یہ بے کا ساغر غضب کی شے ہے
جلوگے اس آفتاب سے تم
وہ دیکھو آتے ہین کپتن صاحب
ڈرو اب اُنکے عتاب سے تم

سُنے جو اشعار ناصحانہ
یہ پند یہ وعظ مشفقانہ

کیا وہین عہد ہمنے دل سے
کبھی نجائینگے پاس اسکے

شرابیون سے خدا بچائے
شراب کے پاس بھی نجائے

حرام سمجھے خراب سمجھے
اسے خدا کا عذاب سمجھے

زمانہ تہذیب کا اب آیا
کلال کیسا عبیر کیسا

کبیر گانا بس اب تو چھوڑو
یہ دھول اڑانا بس اب تو چھوڑو

زمانہ کچھ اور کہہ رہا ہے
سنو سنو واہ کیا صدا ہے

اگر نہ تہذیب ہو کسی مین
نہون جو اخلاق آدمی ہین

ڈرو ڈرو اُس سے بھاگو بھاگو
کبھی بٹھاؤ نہ پاس اُسکو

دردمند

مرجع تھی قوم تو کبھی سارے جہان کی
آتی تھی تیرے پاس خبر آسمان کی

خیر الامم خطاب خدا نے تجھے دیا
بخشی تھیں خوبیان تجھے سارے جہان کی

تھا پاس آبرو تجھے عزت کا تھا خیال
اک وقت مین تھی تو بھی بڑی آن بان کی

تھے عزم استوار ترے ایک دل تھی تو
تیری سی کون قوم تھی سچی زبان کی

اس رنگ مین یہ پہلی نظم ہے جو جون ۱۸۸۳ء مین بہ مقام بھیکن پور ضلع علیگڈھ لکھی گئی۔ اور مور گزٹ ناہن ملک پنجاب مین شائع ہوئی تھی۔

بجلی کی طرح تیغ چمکتی تھی ہر طرف
دہشت سے بند ہوتی تھیں آنکھیں جہان کی
غفلت ہر ایک قوم کے دلمیں تھی بیگمان
کس درجہ دھوم تھی تری عزت کی شان کی
ہر سرزمین پہ تیرے علم کے قدم گئے
اب بھی نشانیاں ہیں وہاں ہر نشان کی
افریقہ اور ایشیا ملک فرنگ بھی
شاہد ہیں تیری گذری ہوئی سلطنت کی
ہے کل کی بات یاد ہیں ساری کہانیاں
بھولی نہیں زمین ہے ہندوستان کی

ہاں کھول آنکھ دیکھ کہاں ہے وہ عز و جاہ
اڑتی ہے خاک ہے تیری حالت بہت تباہ

ای قوم تیری اگلی وجاہت کدھر گئی
وہ شان سروری وہ جلالت کدھر گئی
وہ نور کیا ہوا جو چمکتا جبین پہ تھا
وہ دل سے تیری گرمی طاعت کدھر گئی
وہ جوش خون رگون میں جو ہوتا تھا کیا ہوا
غیرت کہان گئی وہ حمیت کدھر گئی
ہے کس طرف چمکتی ہوئی تیغ بے نیام
سہانی ڈالی وہ تیری صولت کدھر گئی
کھویا کہان ہے تونے تمدن بتا مجھے
ای قوم تیری اگلی سیاست کدھر گئی
کس خاک میں ہے دولت عباسیہ نہان
دیکھا ہے تونے انکی خلافت کدھر گئی
وہ کیا ہوئے علوم ریاضی و فلسفہ
منطق کہان ہے وہ تیری حکمت کدھر گئی
کچھ یاد ہے کہ علم ادب تجھ میں تھا کبھی
تیری زبان سے اسکی فصاحت کدھر گئی
تحصیل علم کی ہیں وہ سرگرمیان کہان
وہ ذہن کیا ہوا تری جودت کدھر گئی

دن ڈھل گیا ہے سر پہ تری وقت شام ہے
باقی تو کچھ نہیں فقط اللہ کا نام ہے

ہان جلد ہوشیار بہت وقت تنگ ہے
ہان قوم دیکھ اور زمانے کا رنگ ہے
خود اپنی روشنی میں چمکتی ہے دیکھ تو
سر پہ جو حکمران ترے قوم فرنگ ہے
کس کمال فرض سمجھتی ہے وہ جسے
صنعت سے کچھ ہے عار نہ حرفت سے ننگ ہے

کرتی ہین کیسی کیسی جہان مین ترقیان — وہ قوم ہو کہ معتقد آب گنگ ہے
بڑھ جائے کیون نہ تجھسے تعجب ہے ہمین کیا — ہمت مین گر میان ہین تو دلمین امنگ ہے
سب کی نظر مین قوم ہوئی تو ذلیل حیف — قومون کو تیرے ملنے سے کسدرجہ ننگ ہے
دولت نہ علم کی ہے نہ ہے تیرے پاس زر — جاہل ہے ہائے قوم ترا حال تنگ ہے
دنیا سے ہے نرالی روش تیری آجکل — تیرا عجب طریقہ عجب تیرا ڈھنگ ہے
غیرت تو تجھکو بھولے سے آتی نہین کبھی — آتی بھی ہے تو فتنہ کی تجھکو ترنگ ہے

دانستہ تو چلی گئی منھ مین نہنگ کے
چھینٹون مین قوم آگئی تو آب گنگ کے

ای قوم اب بھی خیر ہے غفلت سے باز آ — خود رائی اپنی چھوڑ حماقت سے باز آ
پڑھ تو علوم مغربی و دینیات بھی — للہ تو اپنی سفاہت سے باز آ
ہان دیکھ کیا روش ہے زمانہ کی بالعموم — انگریزی علم پڑھنے کی نفرت سے باز آ
دنیا مین رہ کے کام بھی دنیا کے فرض ہین — کہتے نہین ہین ہم کہ عبادت سے باز آ
ہمدرد کیا پکار کے کہتے ہین سن ذرا — للہ آنکھین کھول دے غفلت سے باز آ
اخلاق جو خراب کرین اور کرین تباہ — للہ قوم ایسون کی صحبت سے باز آ
اسلام[۱] پاک مین ہے برادر ہر ایک شخص — ای قوم دیکھ عجب ہے نخوت سے باز آ
لازم ہے تجھپہ قوم رہ راستی نہ چھوڑ — بیجا تعصبات عداوت سے باز آ
اسراف ناروا ہے نہ کر مال و زر تباہ — کر صرف خوب پڑھنے مین خست سے باز آ

تحصیل علم و فضل و ہنر فرض جان لو
جو بات تجھسے کہتے ہین ہم قوم مان تو

کتنا جگایا قوم ہے غفلت تیری وہی — نکبت ہے تجھپہ ویسی ہی حالت تیری وہی

۱؎ اشارہ بجانب کل مومن اخوۃ

دانی خشتی مین سب شجر ہین
دے ابر گرم ذرا اسرا ساتھ

جتنی ہون پیڑ بار ور ہون
بونیکی شرم ہی ترے ہاتھ

برسے موقع سے ابر باران
غلہ سے کہیت سارا بہر دے

اللہ ہی کہیت کا نگہبان
دہقان کو تو نہال کر دے

برسات کی رات ہی اندہیری
کیسی یہ مہیب کالی ہی شب
آگئے ہی کون جیہی کیا شئے
چادرین ہین گہٹا کی کالی
بکہرے بالون ہین رکے اور
ہی وصل کی شب بکس اندہیری
شکوے ہی ہوتی تہی اور نکی بات
دونون مین ہوئی کچہہ ایسی کہٹ پٹ
حسرت دلکی تہی جو ہین باقی
دونون تہی نیند کے جو ماتی
گہبرا کے وہ انکہین ملتی اٹہے
ڈرکر بار بار چپٹے

بدلی چہائی ہوئی ہی کیسی
کالی کلکتہ والی ہی غضب
ہی چہپ گیا زمین پہ کیا ہر
جگنو ہین سنہری وردی ٹی
چہائی ہین گہٹائین یا قہر ہی
ہی وصل کی پردہ دار بدلی
باتون باتون مین بڑہ گئی بات
سب پہر انہون نے بدلی کروٹ
کورے تہے جام اور صراحی
بادل نے جگایا تب وہ جاگے
عاشق کا دل ہلے سے اچٹے
ہنکر بے اختیار چپٹے

جہکتا آتا ہے کیا اندہیرا
اب ہاتہ کو سوجہتا نہین ہاتہ
آتے ہین نظر ہوا مین جگنو
لیلی نے چنے ہین افشان
ہے آج کسی کی وصل کی شب
ہی وصل کا صرف نام ہی نام
باہم پیدا ہوئی کدورت
بالکل تہی بول چال موقوف
آیا تہا وہ رین نہ ساغر
عاشق کو ہوش تہی کچہہ بیہوش
بجلی سے ڈرے نہ تاب لائی
کیسا ہے صلح جو یہ موسم

لیکار ورہے زمین کا بوسا!
اور یہ ہی نہین کہ کون سا ہتہ
چہائے ہین گہٹا مین جگنو
یا آہ شرر ہے شعلہ افشان
لیکن یکا نہین ہی مطلب
عاشق ہی نامراد و ناکام
ہی انکو ہوئی کچہہ اور صورت
جتنی تہی قیل و قال موقوف
ہم بیٹے ہی ہم کی خوش کہا کر
رنجش معشوق کو فراموش
کی اس نے آپ ہی صفائی
دونون کو ملا دیا ہی باہم

دیکہو تا شیر ابر باران
پانی کی پڑتے ہی زمین سے

پروانے چراغ ہین قربان
نکلے ہین جل طرح کلی کیڑے
پانی مین گیا جو پانی بہلکے

پانی سے لگی ہی دلمین آگ
ہے جوش نمو کا حد سے بڑہکر
گہبرا گہبرا کے سانپ نکلے

کرتی ہین شمع پردہ و لاگ
نکلے ہین چیونٹیون کے بہی پر

بارش مین سہی ہری ہین کہیتی!
نیرنگ ابر نے دیکہا سے

سارے جنگل ہرے ہین ایسے
سوکہی لکڑی مین پہول آئے

ہوتی ہی دیکہکر نظر سیر
رنگین چمن ہے دامن کوہ

جہاڑی جہنکار سب ہین سرسبز
چوٹی کی دلہن دامن کوہ

زہا رات کا وہ سناٹا — مرغ دینے لگے صدا پہ صدا
مسجدوں میں ہوا جو شور صلوات — جاگ اٹھے زاہدان خوش اوقات
کیا خوش آیند ہے یہ شور اذان — کیا مبارک تلاوت قرآن
طاعت بے نیاز ہوتی ہے — مسجدوں میں نماز ہوتی ہے
شور ناقوس مندروں میں بپا — برہمن کر رہے ہیں سب پوجا
جمنج میں ہار سنگ سروش کا — شغل ہے کر رہے ہیں سب سجدا
لے کے انگڑائیاں حسین اٹھے — آنکھیں مل مل کے مہ جبیں اٹھے
چہرے اترے ہوئے حسینوں کے — سادہ انداز مہ جبینوں کے
بادۂ شب کا وہ خمار غضب! — نشۂ عیش کا اتار غضب!
لال ڈورے غضب وہ مست نگاہ! — قہر ہے سحر ہے خدا کی پناہ!
وہ گلے کی ملی ہوئی بدھی! — اور وہ چہولی ہوئی مسی لب کی!
کوئی اشنان کرنے جاتا ہے — پھول دلوانا ونکو چڑھانا ہے
زیب تن ساریاں ہیں گلنار رنگ — بانکپنے کا انداز فریب ہو ڈہنگا...
لب دریا ہجوم ماہ وشان — ہے عجب سین جلوۂ خوبان
کیوں نہ محسود ہوں لب دریا — جس جگہ یہ حسین ہوں اک جا
جو گئے تھے کسی کے گھر چھپ کر — آ رہے ہیں بچا بچا کے نظر
نکھری نکھری ہے صحبت عشرت — نظر آتی ہے خوب کیفیت
پردۂ ساز بدلے جاتے ہیں — بھیرویں گانے والے گاتے ہیں
اور ہی کچھ سماں ہے محفل میں — لوٹی جاتی ہیں حسرتیں دل میں
گل ہوئی جھلملا کے شمع سحر — جھاڑ فانوس رہ گئے بجھ کر
رات آنکھوں میں کاٹنے والے — بادۂ خواب سے ہیں متوالے

کہہ رہا ہے خمار آنکھوں کا — اب تو موقوف کیجیے جلسا
غمکدہ میں بپا ہوا ماتم — پھر وہی رنج پھر وہی ہے غم
صبر آتا نہیں غریبوں کو — چین آرام بدنصیبوں کو
غم مرگ عزیز ہے ان کو — روتے رہتے ہیں رات کو دن کو
نہ لگی رات کو پلک سے پلک — صبح ہوتے گئی ذرا سی جھپک
جوشش غم نے کر دیا بیدار — دیدہ تر ہوئے ہیں پھر خونبار
پھر وہی ہائے ہائے کی ہے صدا — پھر وہی آہ ہے وہی ہے بکا
میکدہ کی ہے اور ہی حالت — ہو گئی خواب صحبت عشرت
چل دیے ساقیان سیمین بر — اڑ گئی دخت رز پری پیکر
اب کہاں ان کا وہ جوش و خروش — میکدے کا ہے میکدہ بیہوش
ہے عجب حال رند میکش کا — سر گرانی سے سر نہیں اٹھتا
سب سحر خیز لطف اٹھاتے ہیں — ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں کھاتے ہیں
اس سے محروم ہیں فقط مجہول — جو کہ سونے میں رہتے ہیں مشغول
جاگنا شب کا صبح کا سونا — ہے بلاشبہ جان کا کھونا
اس سے صحت خراب ہوتی ہے — زندگانی عذاب ہوتی ہے
ہاں اٹھو خواب سے سحر آئی — شکل دنیا کی پھر نظر آئی

ہے عجب قدرتی سماں دیکھو
صنعت صانع جہاں دیکھو

سہانی شام اور ایک مہجور

یہ نظم مارچ سنہ ۱۹۱۱ع میں لکھی گئی تھی۔ شرر

قریب مغرب ہے شاہ خاور
نہین ہے اب دھوپ مین وہ تیزی
یہ دھوپ ہے یا کوئی دوپٹا
عجیب یہ قدرتی سمان ہے
فلک پہ جوبن برس رہا ہے
ہوا مین آئی مزے کی خنکی
ہوا کی رفتار ہو گئی کم
ہوا نے غنچون کو کر دیا گل
چمن کو پھر باغبان نے سینچا
شجر نے کونپل ہری نکالی
عقیق سمجھے زرد جو خزان مین
حسین نکلے ہین بن سنور کے
ہجوم بازار مین ہے اُن کا
ادھر مین یہ شام بامزہ ہے
چراغ سر جو مین جو چھٹتے ہین
وہ گھاگرا اور اوسکی موجین!
حسین الھڑ شریر کمسن
قریب مغرب نہا رہے ہین
ادا کرشمہ غضب ہے آفت
کھڑے وہ پانی اچھالتے ہین!
بلا کے ہین ہاتھ وہ حنائی

افق نے اوڑھی شفق کی چادر
ہوئی ہے رنگت بھی اسکی پھیکی
رنگا ہوا زرد زرد لہکا
عجیب یہ رنگ آسمان ہے
جوان پیری مین ہو گیا ہے
بڑھی ہے فرحت گھٹی ہے گرمی
دم مسیحی نسیم کا دم
ہوئی ہے منت گزار بلبل
ہوا ہے شاداب بیل بوٹا
ہے دست گلدہر ایک ڈالی
ہوئے زمرد ہین بوستان مین
نہا نہا کے نکھر نکھر کے
وہ خود تماشائی اور تماشا
نہان سر جو پہ ہو رہا ہے
مزے وہان لوگ لوٹتے ہین
کبھی نہ بھولی ہین اور نہ بھولین!
نئی جوانی ابھار کے دن
عجیب ادائین دکھا رہے ہین
کرے جو بے چین وہ شرارت
نہ دیکھتے ہین نہ بھالتے ہین!
ستم کی نازک ہر اک کلائی

وہ ساریان وہ لباس رنگین
وہ انکی زینت وہ انکی تزئین

عجب ہے نیرنگ حسن طلعت
کہ جس سے خود حسن کو بھی حیرت

غرض سہانی ہے شام دیکھو
پہ سب ہے نیچر کا کام دیکھو

ہوا ہے اب ختم کام دن کا
ہر ایک محنت سے اپنے چھوٹا

وہ آبلہ پا شکستہ خاطر
چلے ہوئے دہوپ کے مسافر

تھکے ہوئے ناتوان پریشان
وہ بھوک کے پیاس سے غریب حیران

پہونچ گئے ہین قریب منزل
ہوئی ہے آسان انکی مشکل

پرند سب جنگ کے آ رہے ہین
چرند بھی چر کے جا رہے ہین

غرض وہ آ پہونچے بستی مین !
قریب آتا ہے وہ نشیمن !

ملینگے بچھڑے ہوون سے جا کر
وہ شاد ہون گے گلے لگا کر

مگر ہے ناشاد ایک عاشق
تباہ و برباد ایک عاشق

حبیب سے دور زار و نالان
اور اس مغموم اور پریشان

جھکا ہے سر آنکھین ہین آنسو
ذرا طبیعت نہین ہے یکسو

طپش ہے دل مین تو درد سر مین
لگی ہوئی آگ سی جگر مین

خیال جانان خیال اوسکا
نشاط عالم ملال اوسکا

اگر سہانی ہے شام تو کیا
نہین تماشے کی اسکو پروا

کبھی جو بھولے سے اوٹھا لیا سر
تو آہ کی اس نے تلملا کر

یہ شام ہے بخت کی سیاہی !
شفق یہ رخسار کی ہے زردی !

یہ شام کالی بلا ہے سر پر !
یہ داغ سوزان ہے مہر انور !

بلا کی گرمی خنک ہوا مین !
سیاہ لکیرین ہین یہ شعاعین !

نہین ہے شاداب کچھ گلستان
مگر ہے اک دشت ہو کا میدان !

ہر ایک گل خار سے بھی بڑھ کر
یہ پنکھڑی ہے کہ سخت پتھر

قفس ہیں آباد ہے گلستان
نہیں ہے محبوب تو ہے ویران

چرند خوش ہیں تو کیا ہے مطلب
پرند خوش ہیں تو کیا ہے مطلب

نہیں ہے شام اور وہ مزہ کی
غرض نہیں کچھ جو ہی تو ہو گی

اگر ہے دریا پہ کچھ تماشا
ہوا کرے وہ تو پھر اسے کیا

کہا ہے کیا خوب یہ کسی نے
نتیجہ بہ کار آدمی نے

اگر نہ دل شاد ہو کسی کا
تو اسکو بھاتا نہیں تماشا

رخصت بہار

گلشن سے ہوئی بہار رخصت
یا جسم سے جان زار رخصت

نزہت فرحت ہوئی روانہ
بدلا گلشن کا کارخانہ

دیوانوں کو آگیا ہے پھر ہوش
باقی نہ رہا وہ خون کا جوش

باقی نہیں اب رگوں میں سودا
پھر سرخ ہوا ہے خون کالا

جاتی ہیں دلوں سے پھر امنگیں
وہ فصل بہار کی ترنگیں

باقی نہیں خون میں وہ حدت
نشتر کی نہیں رہی ضرورت

آباد ہوئے تھے جو بیابان
دیوانوں سے پھر ہوئے ہیں ویران

ہے وحشت سے ڈھکی صحن گلزار
پھولوں کے جگہ ہیں اب وہاں خار

سوسن کا لباس آسمانی
سبزی کا وہ فرش دھانی دھانی

نرگس کی وہ شوخ چشم جادو
پھولوں کی وہ بھینی بھینی خوشبو

وہ باد صبا کی مست رفتار
جنبش میں وہ برگ ہائے اشجار

گلشن سے ہوگئے ہیں سب ندارد
ہے موسم دی کی آمد آمد

اُڑتی ہے چمن مین ہر طرف خاک — پتون کے ہین ڈھیر خار و خاشاک

ہر چیز کو فصل گل کا ہے غم — ہر شاخ درخت دست ماتم

چھائی ہوئی ہر طرف اُداسی — آئی ہوئی باغ مین بلا سی

سنسان اُجاڑ ہو کا میدان — ویرانہ سے بڑھکے ہے گلستان

گل آتش گل ہوئی ہے بالکل — خاموش ہے نغمہ سنج بلبل

بلبل اپنے خیال مین گم ہے — غنچے بھولے ہوئے تبسم

شمشاد اداس سے کھڑے ہین — سیتے غش کھا کے گر پڑے ہین

نہرین ہین مثال چشم پر آب — سب حلقہ ماتمی ہین گرداب

سوسن کی ماتمی ہے پوشاک — دامن پھولون نے کر دیا چاک

پھینکے سنبل نے نوچکر بال — سہتے بال و بال جی کے جنجال

کرتی پھرتی ہین قمریان بین — ہر باغ کا باغ آج بے چین

رخصت یہ نہین بہار کی ہے — دل سے صبر و قرار کی ہے

کہتی ہے جو خیر باد فرحت — دل کو ہوتی ہے اور کلفت

نرگس سے گیا نظارہ باغ — لالہ کے جگر مین پڑ گیا داغ

سرگرم مستی کہان ہین خوش رو — بیٹھے ہین حسین کہان لب جو

اب زیب گلو کہان ہین وہ ہار — پھولون سے وہ طرہ ہائے دستار

وا کس پہ ہو دیدۂ تماشا — گلزار کا اب نہین وہ نقشا

سوکھے ہوئے ہر طرف شجر ہین — کمہلائے ہوئے ہین پھول گر ہین

کسطرح چمن ہو سبز و شاداب — فوارون مین خشک ہوگیا آب

جھونکے ہین ہوا کے اب نہین سرد — اُڑتی ہے چمن مین ہر طرف گرد

بدلی ہوئی باغ کی ہے حالت — اللہ کی ہے عجیب قدرت

ہے آج بہار کل خزان ہے
قایم نہین رنگ آسمان ہے

ساری دنیا کا ہے یہ نقشا
اس پر نہ کرو ذرا بھروسا

ہوتا رہتا ہے رنگ تغیر
دنیا۔ بازیگرون کی تصویر

پلٹے کھاتا ہے یہ زمانہ
نیرنگ ہے اس کا کارخانہ

پلٹے جسوقت تم سنبھل جاؤ
بدلے جسوقت یہ بدل جاؤ

عبرت لے اس سے قوم اسلام
پاخوردہ مفلسی و الزام

دیکھے پہچانے وقت کی چال
اسوقت زمانہ کا ہے کیا حال

امید

خواب راحت ہے سر بسر امید
دل کی آنکھون مین ہے نظر امید

نور شمع حیات ہے امید
بے بقا بے ثبات ہے امید

شمع جب تک کہ زیب محفل ہے
نقش امید زینت دل ہے

کوہ مین دشت مین بیابانمین
ریگ کے ذرہ ہاے تابان مین

ہے یہ امید ہر جگھہ موجود
بعض اسکو سمجھتے ہین معبود

کوئی کہتا ہے دیوی ماتا ہے
بادۂ ارغوان چڑہاتا ہے

اسکو حاجت روا سمجھتے ہین
لوگ تو یہ خدا سمجھتے ہین

نظر آتی ہے خواب مین دولت
ساری دنیا کی حشمت و ثروت

اشعار بالا مین بہت سے فلسفیون کے خیالات نظم کیے گئے ہین - مگر ان مین زیادہ تر مسٹر دالزہری اور ہندوستان کے شکسپیر نامور کالیداس کی نازک خیالیان دکھائی گئی ہین - اسکو آپ ایک گلدستہ سمجھیے جسمین زیادہ تر گلاب اور کنول کے پھول ہین جو ایشیائی مذاق کے موزون

دلکی امید کا تقاضا ہے ۔ ہاتھ آجائے مال جتنا ہے
ہے بظاہر امید چھوٹی سی ۔ ہے مگر دور تک پہنچ اسکی
دل سے کرتی ہے چرخ تک پرواز ۔ دست امید تا بہ عرش فراز
اسکا مسکن ہے اک غریب کا دل ۔ اور پھر دل بھی بد نصیب کا دل
جھونپڑا وہ بھی ٹوٹا پھوٹا سا ۔ دیکھتی وان سے خواب محلون کا
بنکے اختر یہ جگمگاتی ہے ۔ راہ ملاح کو بتاتی ہے
ہے مسافر کی رہنما امید ۔ کشتیٔ دل کی ناخدا امید
غنچۂ شاخ زندگی ہے یہ ۔ لب گلرنگ پر ہنسی ہے یہ
یہ حسینون کے دلمین رہتی ہے ۔ ملکہ یہ آب و گل مین رہتی ہے
مرہم زخم دل فگار ہے یہ ۔ مونس و یار غمگسار ہے یہ
دیکھئے عاشقون کی حالت کو ۔ انکی تکلیف کو مصیبت کو
جب طبیعت کسی پہ آتی ہے ۔ اور جدائی انھین ستاتی ہے
رنج پر رنج وہ اٹھاتے ہین ۔ سوتے ہین پیتے ہین نہ کھاتے ہین
کام ہے انکو کوئی کام نہین ۔ بات کا بھی کوئی قیام نہین
کہتے کچھ اور کرتے ہین کچھ اور ۔ نہ کسی طرح کا خیال نہ غور
مضطرب بدحواس رہتے ہین ۔ ہر گھڑی وہ اداس رہتے ہین
حسرتین دلمین مچلی جاتی ہین ۔ آہین جانسوز لب پہ آتی ہین
پپڑیان خشک انکی ہونٹون پر ۔ سوز فرقت سے پھنک رہا ہے جگر
دل پہ ہر وقت ہاتھ رہتا ہے ۔ درد دل دم کے ساتھ رہتا ہے
اشک آتی ہین چشم حیران سے ۔ آہ و نالہ دل پریشان سے

متعلقہ صفحہ ۳۳ ۔ تیار کرکے آپ کی خدمت مین پیش کیا جاتا ہے ۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

گھیرے رہتی ہے اک نئی وحشت
دل کو ہر وقت اک نئی کلفت

دلکو بٹھائے ہوئے کبھی خاموشی
ہونے پاتا نہین وہ جوش و خروش

بولتے ہین نہ چالتے ہین وہ
سب بلاؤن کو ٹالتے ہین وہ

ایسی حالت مین مر نہین جاتے
جان سے وہ گذر نہین جاتے

دل مین ہوتی ہے وصل کی امید
قوت جان زار حسرت دید

تازگی روح مین اسی کی ہے
ہر گھڑی عمر کو ترقی ہے

دیکھیے نوجوان عورت کو
شرم کے ساتھ حسن طلعت کو

پارسا اور جان عفت ہے
نیک سیرت ہے نیک صورت ہے

ابھی دنیا سے وہ نہین آگاہ
دیکھیے اسکی کمسنی ہے گواہ

رفتہ رفتہ ہوئے نمود شباب
دل مین آیا خیال شرم حجاب

رنگ چہرے کا بھی چمکنے لگا
بات ہی اور ہو گئی پیدا

رنگ لایا عجب جوش شباب
حسرتین دلمین ہو گئین بیتاب

دلمین ہے حسرت ہم آغوشی
رہتی ہے اک طرح کی بیہوشی

مست ہے بادۂ جوانی سے
آگ دل مین لگی ہے پانی سے

دل کا کچھ اور ہی تقاضا ہے
مگر اس سے حجاب کہتا ہے

دیکھنا ہو کہین نہ رسوائی
رنگ لائی یہ ناشکیبائی

سنکے یہ بات عارض گلنار
زعفران زار ہوگیا گلزار

پھر اداسی سی چھا گئی ان پر
رہگیا غنچہ پھول مرجھا کر

آنکھ سے کچھ ٹپک پڑے آنسو
رہگیا دلمین جوش کھا کے لہو

رہگئے دل کو تھام کر خاموش
رہگیا دلمین جو اٹھا تھا جوش

رو کے اسید سے کہا سب حال
درد و دکھ اور اپنا رنج و ملال

ہنسکے امید نے دیا یہ جواب
صبر کر صبر تو نہو بیتاب

اسقدر کیوں اداس بیٹھی ہو
دل میں کڑھتی ہو رنج سہتی ہو

رنج یہ جائے گا کبھی نہ کبھی
وہ بھی دن آئیگا کبھی نہ کبھی

ہو گی اک روز دھوم سے شادی
اور قید الم سے آزادی

دل سے نکلیں گی حسرتیں ساری
ختم ہونگی مصیبتیں ساری

دم اس امید کا غنیمت ہے
ہو جو تکلیف اس سے راحت ہے

تاجرونکا اسی پہ دارومدار
اس کٹھن رستے پہ سب ہیں بیوپار

دشت بے آب و کاروان اونکا
نام کو بھی کہیں نہیں سایا

دھوپ ہے تیز ایسی گرم ہوا
جس سے پڑ جائے جسم پر چھالا

کوہ و صحرا میں ہوکے جاتے ہیں
کیسی تکلیف وہ اٹھاتے ہیں

خار ایسی جگہہ پہ سب نشتر
سنگ بھی نوک دار ہیں خنجر

اونچی نیچی زمین ناہموار
اور کہیں ہیں مہیب صدہا غار

خرس خونخوار اور شیر ببر
اونکو ملتے ہیں راہ میں اکثر

اونکے رستے میں سیکڑوں قزاق
ظلم میں طاق جور میں مشتاق

مال و زر جسقدر ہو چھینیں سب
لاکھ چلاؤ سنتے ہیں وہ کب

اپنے قبضے میں سارا مال کریں
کچھہ جو بولو وہیں حلال کریں

ہے جہازی کبھی سفر اونکا
بحر اعظم میں ہے گذر اونکا

موج جیسا ہی بلند طوفانی
جس طرف دیکھیے ادھر پانی

ہے تلاطم میں آب دریا کا
کہیں لگتا نہیں ہے تھل بیڑا

ہیں چٹانیں کہیں پہاڑ کہیں
نظر آتا نہیں نشان زمیں

جانور بھی عجیب خلقت کے
کالے کالے مہیب صورت کے

اگر اون سے جہاز ٹکرائے
پھول کی طرح جیسے بکھر جائے

سیکڑون عارضہ خراب ہوا
ہضم ہوتی نہین جو کھائین غذا

کبھی چلتی ہے باد طوفانی
اور برستا ہے خوب سا پانی

موجین اٹھتی ہین آتا ہی اکثر
پانی بڑھکر جہاز کے اندر

جھپک جاتا ہے مال سوداگر
منحصر جسپہ سارا نفع و ضرر

الغرض ہین مصیبتین کیا کیا
ایک کیا بلکہ آفتین صدہا

گرنہ امید کچھ سہارا دے
مال جتنا ہے سب ہین ڈوبے

دیکھیے آپ حال دہقان کا
اوسپہ آتی ہین آفتین کیا کیا

کھیت کرنا اوسے مصیبت ہے
سخت مشکل ہے سخت وقت ہے

ہاتھ اوسکا بٹاتی ہے امید
زور کیا کیا لگاتی ہے امید

ہے نہین سخت تو نہین پروا
ہے کڑی دھوپ تو نہین شکوا

ہے پسینے مین جسم دہقان تر
اور گرمی سے پھکتا ہے جگر

دل سے معروف کار ہے دہقان
کام مین ہوشیار ہے دہقان

جوت بو کر اسے ہوئی فرصت
کچھ نہین ملتی ہے اوسے راحت

ابر باران کا انتظار ہوا
گرنہ برسا تو اوسکا برا ہوا

ملگئی ساری خاک مین امید
ہوگیا سر سے پاؤن تک وہ سفید

اڑگئے سب حواس بو ہو کر
ہوگیا خشک وہ اداس ہو کر

ہین نمایان جو قحط کے آثار
اوسکو جینا ہے اب بہت دشوار

پڑگیا قحط آگئی آفت
تھی فراغت تو اب ہے عسرت

بھوکون مرنے لگین زن و دختر
فاقے کرنے لگا غریب پسر

آگئی ہے غضب مین اوسکی جان
کہ نہ بیدار مانگتا ہے امان

اُٹھ چکے جب لیمپ کے سارے ناز
صرف تعلیم کر دیا سب زر
اب یہ امید ہے جوان ہوگا
ہم بڑھاپے میں پائینگے آرام
پڑھنے والونکی دیکھیے حالت
کچھ خوشی ہو اُنھیں خیال نہیں
سخت گرمی ہے تو نہیں پروا
فلسفے کے وہ مسئلے دشوار
وہ مساحت حساب الجبرا
اُن سے کہتا ہے بار بار یہ دل
دیدے ماسٹر نے آٹھ ورق
ورنہ ہونگے خفا بہت اُستاد
پڑھنے لکھنے میں دل لگائیں ہم
امتحانون میں خوب نام کرین
ہر طرح سے اُٹھاتے ہین وقت
صرف امید کامیابی سے
اپنی تقریر مین ہے یہ داخل
خط مین لکھتے ہین ذات باری سے
زاہدون کے ریاضتون مین ہو
خانقاہون مین دیکھیے جاکر
کھنچتا ہے وہان کوئی چلے

اُسکی تعلیم ہو گئی آغاز
ہو گیا ہوشیار پڑھ لکھکر
نیک خو فخر خاندان ہوگا
اور چلیگا ہمارا اس سے نام
کیسی کرتے ہین رات دن محنت
رنج کا بھی اُنھیں ملال نہیں
غم نہیں کیسا ہی پڑے جاڑا
علم منطق کی بحث اور تکرار
اور پھر اُنکی مشکلین صدہا
ہے سبق آج کا بہت مشکل
صبح تک یاد ہو ضرور سبق
جسطرح ہوسکے کرین ہم یاد
بڑھکے انعام سب سے پائیں ہم
جی لگاکر ہم آج کام کرین
دن کو فرصت نہ راتکو راحت
حوصلے ہین بڑے ہوئے اونکے
اپنی تحریر مین ہے یہ شامل
ہے یہ امید ہونگے سب اچھے
عابدونکی عبادتون مین ہو
حمد باری کا شغل آٹھ پہر
کوئی رکھتا ہے سال بھر روزے

وقت پر جو برس گیا پانی — پھر تو ہوتی ہے فصل من مانی

لہرین لیتا ہے کھیت مین سبزا — فرحت انگیز خوشنما اچھا

پھر بھی رہتا ہی ہر گھڑی یہ خیال — دب کے بیٹھے ہو نہ کھیت یہ پامال

کھیت مین رہ نجائے گھاس کوئی — جانور بھی نہ آئے پاس کوئی

رات دن کھیت کی حفاظت ہی — کھیت مین آئے کسکی طاقت ہی

ہر گھڑی یہ خیال رہتا ہے — بس اسی کا ملال رہتا ہے

کچھ مویشی نہ کھیت چر جائین — کہین بے موت ہم نہ مرجائین

کھیت مین پھول آئے پھل نکلے — اور بالون مین پڑ گئے دانے

اور بھی اوسکو انتشار ہوا — یہ جو سوچا تو اضطرار ہوا

ہائے اولے کہین نہ پڑ جائین — نقش امید سب بگڑ جائین

فصل جس وقت ہو گئی تیار — اور غلے کے لگ گئے انبار

اور یہ فکر بڑھ گئی اوسکی — ہونے پائے نہ کھیت مین چوری

گر نہ امید ہی اسے تسکین — جوتی بوئی نہ جائے اُس سے زمین

ہے اسی سے قیام دنیا کا — یہ نہو تو رہین نہ ہم زندا

یہ بہر حال ہے شریک بشر — ڈالیے غور کی نظر اسپر

رحم مادر مین جلوہ گر ہے یہ — سر بسر صورت بشر ہے یہ

ہو چکی جب ولادت انسان — پرورش کے ہوئے سر و سامان

مان نے لین ساری آفتین سر پر — ہر گھڑی ہے اُسے خیال پسر

کھانے پینے سے کچھ نہین ہی کام — اور سونا بھی رات کا ہی حرام

دن کو سمجھے نہ دن نہ رات کو رات — ہے پسر پر فقط مدار حیات

ہو چکے ختم پرورش کے دن — اور بڑھنے کا آگیا جب سن

محو ہین ذکر اور شغل مین سب
کچھہ کسی سے نہین انہین مطلب

ہے یہ امید ہون گناہ معاف
قلب ہو گرد معصیت سے صاف

دیکھیے آپ ہندؤن کو ذرا
کس ریاضت سے کرتے ہین پوجا

ہین تپسیا مین محو وہ دن رات
چپ ہین کرتے نہین کسی سے بات

برت پر برت کوئی رکھتا ہے
ہر گھڑی رام رام جپتا ہے

رہگیا ہے کوئی اٹھا کر ہاتھ
دھیان کرتا ہے یون سوکھا کر ہاتھ

کوئی دہونی رمائے بیٹھا ہے
کوئی چپ چاپ مالا جپتا ہے

اون کو امید ہے کہ بعد ممات
جب انھین پھر ملیگی شکل حیات

لینے جب دوسرا جنم ہوگا
اور بہگوان کا کرم ہوگا

ہین تناسخ کی آفتین جتنی
وہ کبھی روح پر نہ آئین گی

ختم کرتا ہون اب مین یہ اشعار
کام کے سب ہین نہین کوئی بیکار

عقد پروین ہی صاف نظم ہین
فلک ہفتمین ہی سے ہے زمین

یہین نظم لعل احمر ہے
بلکہ یہ لعل سے بھی بڑھکر ہے

آپ انمول جانیے اسکو
مین جو کہتا ہون مانیے اسکو

اظہار محبت

جس پُر اثر پوئٹری کا ترجمہ ہم آج قدر شناس پبلک کے سامنے پیش کرتے ہین وہ فخر انگلستان جادو سخن نامور شاعر لارڈ بیرن کی تصنیفات سے اسکی کلیات مین موجود ہے اور جہان اسمین اور بہت سی زہر کی بجھی ہوئی چھریان اور کٹاریان بھری ہوئی ہین وہان یہ بھی ایک چھوٹا سا باریک ولایتی نشتر ہے۔ یہ نظم اسنے فروری ۱۸۱۲ع مین اپنی کسی معشوقہ کو مخاطب کرکے لکھی تھی۔ انگریزی مین اسکی سرخی نام ہے نام کی جگہ پر ڈیش دیدیا یا عاشق مزاجون کے دلبر اجرس کے قلم تراش چاقو سے ایک چھوٹا سا خط کھینچ دیا ہے

قدر دانون کے واسطے ارزان — اور نا اہل کے لیئے ہے گران

شاعر نکتہ دان سے ہے امید — لیکنے اہل زبان سے ہے امید

ہاتھ اس نظم پہ نہ صاف کرین — گر خطا ہو کوئی معاف کرین

اور اس رنگ مین لکھین اشعار — سارے اشعار ہون دُرِ شہوار

اب نہین شاعری جو پہلے تھی — اور ہی کچھ ہوا ہے گلشن کی

گل و بلبل نہین وہ باغ نہین — وہ خیالات وہ دماغ نہین

خال و خط کا نہین زمانہ اب
ہو گئے وہ تو سب فسانہ اب

متعلقہ صفحہ ۴۰ - اظہار محبت کے وقت تو بیرن صاحب آتش ہی تھے مگر جب نام لکھنے کا وقت آیا تو گل کر گئے - اس نیچرل شاعر کے کلام مین خدائے سخن شکسپیر کے سوا اور سب شاعرون سے بڑھکر لطف ہے - وجہ یہ ہے کہ بعض شاعر محض ضرورت سمجھکر شاعر بنگئے - کوچہ عشق سے محض نابلد تھے - مضمون مین آورد ہوتی تھی اور بخلاف انکے لارڈ بیرن کی شاعری مین آمد ہے - مضمون خواہ مخواہ قلم سے ٹپکا جاتا ہے - سولہ برس کا سن اور پھر کس کا ایک سرد ملک کے انگریز کا اور اوسمین یہ عشق و محبت کی گرمیان !! حضرت کو معاملات عشق مین کچھ ایسی متواتر مایوسیان اور ناکامیان ہوئین کہ ابتدا ہی سے طبیعت مین سوز و گداز اور ایکطرح کا تلخین کرو ہو الامرہ پیدا ہو گیا تھا - مس میری شاورتھ پر مرتا تھا کہ جو شعر قلم سے نکلا نشتر بن گیا - گو مین نے اس ترجمہ مین اس بات کی کوشش کی ہے کہ حتی الوسع انگریزی کا سلسلہ مفہوم قائم رہے مگر سچ یہ ہے کہ مین اپنے اردو دان ناظرین کو جیسا چاہیے اس لطف مین شریک نہین کر سکتا جو اصل انگریزی کو پڑھکر حاصل ہوتا ہے - ایسا ہی نظم مین بالکل ایشیائی نازک خیالیان اور بلند پروازیان ہوتی ہین - اگر کردگار نے زمانہ نے فرصت دی اور حیات مستعار باقی رہی تو وقتاً فوقتاً مزید ایسی نظمون کا سلسلہ ہدیہ ناظرین ہوا کرے گا -

مشتاق ہماری آرزو تھی — تجھسے ہو دوستی کچھ ایسی
ملکر نہ جدا ہون عمر بھر ہم — یعنے جب تک کہ دم مین ہے دم
جب تک نہ رقیب فتنہ پرواز — حاسد ہو کر بنے در انداز
جو کچھ تھا خیال سچ وہ نکلا — دنیا مین ہو بُرا حسد کا
لیکن گو ہوگئی جدائی — پھر بھی تجھسے ہے آشنائی
دل مین تیری ہی آرزو ہے — جلوہ افروز اوسمین تو ہے
جب تک پہلو مین ہے مرا دل — ہے تیرا مقام تیری منزل
آئے گی جب گھڑی قیامت — غائب کو پھر ملنے کی صورت
پڑ جائیگی پھر جو خاک مین جان — نکلین گے تربتون سے انسان
ہوگا کسی بات کا نہین ہوش — تجھسے ہو جاؤنگا ہم آغوش
تو ہو تو بہشت مین ہے آرام — ورنہ آرام سے ہے کیا کام
آن خلد و بہار خوشش نہ آید — بے جلوہ یار خوشش نہ آید

مکروہات زمانہ

کس قیامت کی آج ہے سردی — کیسی چھائی ہوئی ہے تاریکی
مینہ برستا ہے چھائے ہین بادل — دم نہین لیتی ہے ہوا اک پل

ممالک متحدہ امریکہ کے ملک الشعراء "لانگ فیلو" کی ایک نظم "رینی ڈے" یا کچھ عرصہ ہوا میری نظر سے گذری اس مشہور شاعر اور نامور ادیب نے حوادث آلام دنیوی کو ایک عجیب دلکش پیرایہ مین ظاہر کیا ہے۔ خیال کی سادگی اور ساتھ ہی اوسکے طرز ادا کے انوکھے پن نے مجھے اوسکے ترجمہ کی ترغیب دی۔ یہ تو آپ جانتے ہین کہ نظم انگریزی کو اردو کے قالب مین لانا کوئی آسان بات نہین ہے بہر حال جو کچھ ہوسکا ہدیہ ناظرین ہے

بیل انگور کی ہے اب بھی چڑھی | اور دیوار ہے بہت ٹوٹی
ہاں مگر تیز سرد جھونکوں سے | گرتے جاتے ہیں خشک سب پتے
ہے دم سرد زندگی میری | اور سیہ چھائی ہوئی ہے تاریکی
یعنی گرمی نہیں طبیعت میں | ہے اداسی ہر ایک حالت میں
ہے یہ بارش - کہ ہے نزول بلا | نہیں رکتی ہیں آنتین کہ ہوا
جیسے دیوار پر ہے بیل چڑھی | حافظے پر زمانہ ماضی
ہیں امیدیں جوانی کے پتے | اور جو اوش زمانہ کے جھونکے
بیل تو ہے چڑھی مگر پتے | گر رہے ہیں ہوا کے جھونکوں سے
ہاں ٹھہر رہ نہیں دل غمگین | کسی پہلو تجھے قرار نہیں
روشنی صاف مہر تاباں کی | آڑ میں بادلوں کے ہے اب بھی
ہے مصیبت ہر ایک کا حصا | یہ حصہ نہیں فقط تیرا
کبھی فرحت کبھی اداسی ہے | یہی حالت زمانہ بھر کی ہے

عشق و فرض منصبی

پبلک کی قدر شناسی اور احباب کے لطف آمیز اصرار نے مجھے مجبور کیا کہ میں پھر کسی انگریزی نظم کے ترجمہ کی کوشش کروں لیکن اس مشکل کام کی طرف توجہ کرنے کے قبل ایک عذر کا پیش کرنا ضروری ہوتا ہے مگر دوستوں کی تحریر سے مجبور ہو جاتا ہوں - اسمیں ذرا بھی شک نہیں کہ ہندوستان میں اس قسم کی شاعری کا مذاق بالخصوص ہے بالعموم نہیں - اور ابھی ویسٹرن پوئٹری کے سچے جذبات کا پورا پورا ادراک نہیں ہوتا بلکہ نہیں ہو سکتا - یہ سچ ہے کہ انگریزی کے بہت سے شعر؂ ز ندان توجلہ درو مانند؂ چشمان تو زیر ابرو انند؂ ہوتے ہیں مگر یہ دیکھنا چاہیے کہ سچے مضمون اور نیچرل سینری سے شاعر کو کس قسم کے اثر ڈالنے کی توقع ہوتی ہے - اور وہ قدرتی اثر پیدا ہوتا ہے کہ

سنسان ہے مسکن خموشان　　معمور بھی اور ہے یہ ویران

سونے والون سے شہر آباد　　سب قید سے زندگی کی آزاد

اوج گردون پہ مہر سے چمکے　　آئے طوفان پانی برسے

آئے دنیا مین موسم گل　　ہو نغمہ طراز صوت بلبل

سونے والون کو کچھ نہین کام　　ہو رات کے بعد صبح پھر شام

آغوش لحد مین چھوٹے بچے　　جو ناز و نعم مین پل رہے تھے

معصوم بچے شیر خوار بچے　　مان باپ کے ہونہار بچے

پیارے پیارے حسین خوش رو　　تاب خورشید رنگ گیسو

دل کی بہلانے والی شوخی　　وابستہ امید تھے مان کی

مخمل کا نرم نرم بستر　　مرنے کے قبل تھا میسر

اب بستر خاک پر پڑے ہین　　پھر چارون طرف لٹے ہین

کندہ تربت پہ نام ان کا　　پیدائش و موت کا مہینا

کندہ تاریخ اور دن بھی　　مان باپ کا نام اور سن بھی

عبرت انگیز ہے سدا اشعار　　جنکو پڑھکر ہو چشم خونبار

متعلقہ نمبر ۴۳ - ہمین شعرائے تعلیم کی رفتار سریع سے اس بات کی امید ضرور ہوتی ہے کہ کچھ دنون بعد ہم ایسے مضامین کو آنکھین پڑھنے لگین گی - اسقدر گذارش کے بعد مین اصل مطلب کیطرف ناظرین باتمکین کو متوجہ کرتا ہون نظم ذیل طرز کلی وشن ہے "اسوائیڈ ولیوٹی" کی انگریزی پوئٹری کے مصنف ایکا ورڈل اسکا ٹیان - ایم اے - رابرٹس صاحب ہین - اور یہ نظم بک آف پوئٹری کے صفحات ۵۴ و ۹۴ و ۹۷ مین [illegible] سے موجود ہے - جہانتک ممکن ہوا ہے اردو ترجمہ ایشیائی مذاق کے موافق کیا گیا ہے - ایسے ہی بات کہ مجھکو کامیابی ہوئی ہے اسکی نسبت نہ کبھی مجھکو دعوے تھا اور نہ ہو سکتا ہے کیونکہ میری لیاقت بہت ہی کم اور محدود ہے - اودھ پنچ مطبوعہ یکم دسمبر ۱۸۹۲ء

منقوش نفیس بیل بوٹے — عمدہ نقاشی کے نمونے
آہستہ چلو ذرا نہ بولو! — باتیں کرنے کو لب نہ کھولو
سوتے ہین جوان عنبرین مو — بانکے ترچھے حسین خوش رو
عالم فاضل ادیب دانا — شہ زور شجاع اور توانا
تیغ بران سے پاک جوہر — گلشن مین فرنگ کے گل تر
اخلاق مین چارسمت مشہور — صحبت سے بڑون کی منزلون دور
کرتا تھا فخر ملک انپر — تا سب والد توان مادر
لشکر مین تھے تو شان لشکر — دفتر مین تھے تو زیب دفتر
تھے چشم و چراغ انجمن کے — خوشرنگ تھے پھول یاچمن کے
تحریر پہ فخر تھا [illegible] کو — تقریر پہ ناز تھا زبان کو
مرتے تھے حسین حسن ایسا — اور اونکی شجاعتون کا چرچا
انگلینڈ پہ جان دینے والے — بدلا دشمن سے لینے والے
ہین خواب لحد مین مست وغافل — ہستی اونکی خیال باطل
کچھ اونمین ہین عاشقان مہجور — مایوس تھے نزار مجبور
ارمانون کے ساتھ مرنے والے — حسرت لیکر گزرنے والے
مقتول ادا سے مست رفتار — مجروح ز تیغ عجیب و پندار
ترچھی چتون سے دلمین رخنے — رخنون مین خون دل کے قطرے
ہونے والی تھی اونکی شادی — یا بعض کی اونمین ہوچکی تھی
ایسے بھی اونمین تھے ہزاران — جنکے گھر پہ ہجوم مہمان
لائے تھے دلھن کو آلٹر[۱] سے — کس شان و شکوہ کر و فر سے!

[۱] الٹر۔ قربانگاہ۔ کلیسا مین ایک نفع جگہ جہان پادری بیٹھتا [illegible] کرتے ہین اور وہین عمدہ شادیان ہوتے ہین

اوٹھا اکبار درد ایسا — پایا دولہا کو سب نے مردا
آنے پایا نہین ہنی مون[۱] — دل مین حسرت کا ہو گیا خون
عمدہ جو لباس تھا عروسی — جسکی تہی خوشنما سپیدی
رخصت ماتم بنا بدل کر — مرجھائے گلاب سر پہ یکسر
شد مطلع صبح تیرہ و تار — در خواب برفت بخت بیدار
بوڑھے جنرل ولیر نامی — شہرت ہے دور دور جنکی
ہین دفن مدبران ملکی — جنکی مشہور پالیسی[۲] تھی
جو کچھ کرنا تھا کام اُن کو — زیر افلاک نام اُن کو
کر کے سب ختم کام اپنا — چھوڑا دنیا مین نام اپنا
سوئے ہین لحد مین وہ بآرام — دنیا کے کام سے نہین کام
تاریخ جہان کو آپ لکھو لین — جو کچھ لکھا ہے اوسکو تو لین
اک قبر کسی جوان کی ہے — حسرت بالین پہ رو رہی ہے
تربت کے قریب ایک عورت — روتی ہے کھڑی ہوئی بہ شدت
مصروف نظارۂ مزار است — بر لوح مزار اشکبار است
ہوتا ہے لباس سے یہ معلوم — کمسن دوشیزہ ہے وہ معصوم
اٹھارہ برس کا ہے سن و سال — بکھرے ہوئے ہین سر کے سب بال
اوسط قامت سڈول اعضا — گدرایا ہوا ہے جسم سارا
قامت مین عجیب راستی ہے — گویا سانچہ مین وہ ڈہلی ہے
اوسکا حسن و شباب دیکھو — آنکھون مین ہے حجاب دیکھو

[۱] ہنی مون۔ شادی کے بعد جو پہلا مہینہ ہوتا ہے اوسے کہتے ہین۔ اس مہینے مین دولہا دولہن دوسری جگہہ جا کر عیش و تماشا مین مصروف ہوتے ہین ۱۲

[۲] پالیسی۔ دستور حکومت حکمت عملی ۱۲۔

نا تجربہ کار بھولی بھالی — چتون دیکھو تو ہے نرالی

اونچی اونچی جبین وہ پُر نور — پیشانی حور لوح کافور

ہے تخت وہ پاکدامنی کی — ایسی ہمنے سنی نہ دیکھی

تم دیکھ کے ہو نہ جاؤ ششدر — آئینہ اوسے کہو تو بہتر

ظاہر اس سے خیال سارے — دل کے رنج و ملال سارے

ابرو کی ہے سیاہ تحریر — اوسمین عارض کا عکس تنویر

آنکھین اوسکی بڑی بڑی سی — نیلی نیلی ہر ایک پتلی

کالی ہین نوکدار پلکین — چبھتی دل مین ہین خار پلکین

رخسار گلاب کے مقابل — فصل گلزار کی ہین منزل

سرخی اُن مین تو کچھ سفیدی — شرکت ہے شفق کی اور سحر کی

رومی کی ناک اوسکی بینی — چھوٹی نہ بڑی بہت نہ اونچی

خوشرنگ ہین سرخ ہونٹ اوسکے — نازک نازک ہین پتلے پتلے

چھوٹے چھوٹے سے دانت سب صاف — موتی مشرق کے جیسے شفاف

شانہ ہین ڈھلے تو گول بازو — بیشک وہ ہے شکیل و خوش رو

مس روزہی نام اوس حسین کا — باپ اوسکا ڈیوک[۱۵] تھا کہین کا

ہے صاحب قبر اک سپاہی — آئی اوس پر بہت تباہی

صد حیف بمرد و نوجوان مرد — بر چہرۂ عشق خون فشان زرد

گو تھا یہ غریب خاندان کا — لیکن مرد شریف بانکا

تھا نام جوان کا جان ولیم — لندن مین تھا مکان ولیم

مردانہ جمال حسن اوس کا — مس روز تھی جان دل سے شیدا

۱۵ ڈیوک بڑے درجہ کے امیر کا خطاب ۱۲ ــ ۵۲ کونسل مجلس شوریٰ ۱۲

کھیلے تھے ساتھ اور ہم سن — پیدا ہوئے دونون ایک ہی دن
باہم دونون کو دل سے الفت — درجہ پر عشق کے محبت
اکبار کا ذکر ہے کہ لشکر — جاتا تھا براہ بحر اخضر
بیکار تھی کوشش سفارت — ضائع بالکل ہوئی تھی محنت
کونسل مین قرار پائی یہ رائے — لشکر کوئی ضرور اب جائے
ٹھہرے جو نہ صلح کی تو ہو جنگ — دیکر رہنا ہے قوم کا ننگ
بھیجے جائین سوار پیدل — سنگینون کا وان بنائین جنگل
قبضہ مین آئے ملک دشمن — جھنڈا اگاڑے قلعے پہ پلٹن
سارا اوسکا غرور جائے — دولت کا ہے سرور جائے
سب کو اک جوش جان خاموش — مضطر حیران اداس بیہوش
پہلے اس سے کہ جائے لشکر — جائے ہمراہ جان مضطر
جانے والی تھی فوج جس روز — رقعہ لکھا بنام مس روز
خط کا مضمون تھا کہ لشکر — جاتا ہے براہ بحر اخضر
جائے گا جسم جان میری — ہوگی ہمراہ رفیق تیری
مجھکو ہے ضرور دل سے امید — ہو جائیگی آج آخری دید
رقعہ پہونچا بدست حامل — تصویر نیاز و حسرت و دل
پڑھکر ہوئی بیقرار مس روز — روتی تھی زار زار مس روز
بیحد تھا اضطراب اوسکا — لکھا فوراً جواب اوسکا
لکھا یہ جواب مین کہ اے جان — ہے دل کا خراب حال اس آن
ہوتا ہے تمام روز الفت — سر پر آتی ہے شام کلفت
ملنا ہے ضرور آؤنگی مین — دل کی حالت دکھاؤنگی مین

دریا کے کنارے مل سکو گی — گھر سے میں دس بجے چلوں گی
گھر سے نکلوں گی سب سے چھپ کر — اسطرح سے کام ہو تو بہتر
عاشق نے یہ جواب پایا — دل کو پر اضطراب پایا
آنسو خط پر کیے نچھاور — رکھا پاکٹ میں بوسہ دیکر
نکلا بارک[1] سے ہو کے دلشاد — طائر جیسے قفس سے آزاد
چہرہ مغموم شاد بھی تھا — مایوس بھی بامراد بھی تھا
پہونچا دریا پہ بے تامل — ڈر تھا نہ ہراس اسکو بالکل
آنکھوں کو جستجوئے معشوق — دل سے تھی گفتگوئے معشوق
رکتی نہ تھیں اشکبار آنکھیں — اوٹھتی تھیں بار بار آنکھیں
اوٹھتے تھے جب حباب دریا — ظاہر اون سے بھی مس کا نقشا
آیا جو خیال وہ بھی معشوق — تھا دل میں ملال وہ بھی معشوق
مس روز کا انتظار معشوق — دل تھا کوئی بیقرار معشوق
پانی کی صدا سے راگ پیدا — بجتا تھا عجب طرح کا باجا
پانی کی آب عکس خورشید — دریا کا سمان تھا قابل دید
سبزہ چاروں طرف تھا اسکے — خواہش فرحت کو ہو تو دیکھے
لیکن اوسکو نہ کچھ خبر تھی — اوسکی تو راہ پر نظر تھی
آنے والے کا منتظر تھا — آنکھوں میں اور ہی تماشا
تھی ریگ بجائے فرش و بستر — اوڑ کر آتی تھی خاک منہ پر
لیٹا بیٹھا کبھی پھر اوٹھا — آنکھیں کھولیں تو دیکھا رستا
اوٹھا کچھ سوچ کر وہ مضطر — آگے اوسکے کلاک ٹاور

[1] بارک سپاہیوں کی کوٹھری سے بنا یہان اسم معرفہ ہے۔

دیکھا اوسنے تو تین بجے تھے
اوسکی تو کلاک[1] پر نظر تھی
پیچھے اوسکے کھڑی تھی مس روز
سایہ پہنے تھی ارغوانی
آئی آواز جیان ولیم
مشکل سے ہوئی تھی ختم تقریر
رونے کانپنے ہوے ہم آغوش
کچھ دیر رہی یہ حالت دل
آہستہ چلے وہان سے دونون
دل مین تھے سیکڑون خیالات
گوشہ مین نظر بچا کے سب سے
چھوٹا سا نفیس باغچا تھا
جو روز[2] تھا ہم شبیہ مس روز
کوئی بھی تھا وہان نہ ہمراز
چھہ سات منٹ گذر چکے جب
بولا یہ جان میری پیاری
مس نے یہ دیا جواب اوسکو
ٹکڑے ٹکڑے ہے دل ہمارا
افسوس ہے آج جاؤگے تم
بھر کر اک آہ جان بولا

شاید آئے مین ہون کچھ وقفے
اوسکو پیچھے کی کیا خبر تھی
اوس روز کا حسن تھا گلو سوز
کپڑہ ٹوپی کا آسمانی
پیچھے تو دیکھا آگئے ہم
نالے ہوئے روز کے گلوگیر
دونون پھر ہوش سے تھے بیہوش
پھر ہوش بجا ہوئے بہ مشکل
کہتے تھے کچھ زبان سے دونون
منہ سے نکلی نہ ایک بھی بات
وہ آڑ مین اک شجر کے ٹہرے
جو پھول تھا وہ کھلا ہوا تھا
وہ روز سے بڑھ گئی تھی اسٹرڈ[3]
ہمدم تھے طایر خوش آواز
پھر آیا زبان پہ حرف مطلب
حالت کیا ہے کہو تمھاری
,,اپنے دل سے تم آپ پوچھو''
ٹکڑون پہ رنج و غم کا قبضا
معلوم نہین کب آؤگے تم
معلوم نہین ہے پھر تمھین کیا

[1] کلاک ٹوور - گھنٹہ گھر [2] روز - گلاب - قافیہ مین تجنیس رکھی گئی ہے [3] دن -

لڑنے کے لیے چلا ہے لشکر
امید نہیں کہ آئیں بچ کر
ہوتی ہے تمام آرزو آج
ہوتی ہے ختم گفتگو آج
نکلیں گے کبھی نہ دل کے ارمان
دیکھیں کیا ہو بڑے ہیں سامان
نازک ہیں معاملات ملکی
ای پیاری ضرور جنگ ہوگی
بولی مس روز حالت دل
ظاہر کرنے سے کیا ہے حاصل
دل میں جو ہے عیاں نہ ہوگا
الفاظ سے وہ بیان نہ ہوگا
یاس و حرمان کا سامنا ہے
مشکل اب دل کا تھامنا ہے
دل تو میں تمکو دے چکی ہوں
عہد و پیمان لے چکی ہون
بچپن میں ہوئے تھے عہد و پیمان
اوسے بھی بچاؤں کیا ہے امکان
سوچی میں نے ہے ایک تدبیر
آگے پھر جو ہو اپنی تقدیر
تدبیر سے ہم نہیں ہیں آگاہ
شاید اوس نے کیا ہو گمراہ
مس نے کچھ کان میں کہا تھا
عاشق نے جواب بھی دیا تھا
کچھ دیر کھڑی رہی وہ بیکس
آخر پھر دے کے پارٹنگ کس[1]
وہ وحشت اسیر وہ سپاہی
گھر کی جانب ہوئے تھے راہی
آفت بے رحم ہے ستمگر
غالب تھی فرض منصبی پر
تھا جان فریب سے نہ آگاہ
اوسنے اوسکو کیا تھا گمراہ
قوت جو ممیزہ تھی اوسکی
بالکل تاریک ہو گئی تھی
تھا سخت ضرور مارشل لا[2]
لیکن اوسکو ہوئی نہ پروا
گنتی کے وقت وہ نہ آیا
شاید چھپ کر کہیں گیا تھا
جب وقت ہوا شمار لشکر
دیکھا تو جان تھا ڈزرٹر

[1] پارٹنگ کس رخصتی بوسہ [2] فوجی قانون ۱۲ -

کشتی مین ہوا سوار لشکر ‏ ادہڑے من سے وار کے بھی ملنگر
لیکن غائب تھا جان باتک ‏ ملتا ہی نہ تھا نشان ابتک
مدت کے بعد نعش اوسکی ‏ بارک سے سپاہیون کے نکلی
اوسنے بارک مین خودکشی کی ‏ ہو کر مایوس جان دیدی
الفت مین جان دی بہرحال ‏ اس سے زائد نہین ہے احوال
بس ختم ہوا زمانۂ عشق ‏ مشہور ہوا ترانۂ عشق *
دولت افلاس مین نہین فرق ‏ ہوتا ہے عشق مین کہین فرق
الفت ہو شاہ کو گدا سے ‏ اسکے توڑ ہنگ ہین نرالے
نوکر کو عشق سے سروکار * ‏ رکھنا لازم نہین ہے زنہار
فوجی کو فتح سے رہے کام ‏ پڑکر ہو عشق مین نہ بدنام

دھوپ اور چاندنی

آیا خط استوا پہ خورشید ‏ ہے شمع عالم ہے قابل دید
لیکن ایسا ہے نور اوسکا ‏ آنکھیں ہوتی ہین جس سے خیرا
باشان و شکوہ جادہ گستر ‏ ہے تخت ملا ہے شاہ خاور
وہ رعب و جلال وہ غضب ہے ‏ دیکھین اتنی مجال کب ہے
غائب ہین ستارہای افلاک ‏ چہرہ ہے شاہ کا غضبناک

ذیل کی اردو نظم مین مسٹر والر ہنری کی پوئم "سن شائن اینڈ مون لائٹ" کے اچھوتے خیالات
مین شاعر نے جو نازک خیالیان دکھائی ہین اور دلکش سین کھینچے ہین۔ انکا لطف کچھ اُن ہی اردو دان
کو آسکتا ہے جنھون نے شیکسپیر اور ملٹن کے سیر کی ہے اور انکو عزیز رکھتے ہین مجھے افسوس ہے کہ وہ
لوگ جو "دو سبھا مین دو ستو اندر کی آمد آمد ہے" اور "جوگن آتی ہے پری بنکے پرستان کے بیچ"

آئین نہ حضور مین وہ بیباک — اجرام فلک جلیکے ہون خاک

شان قدرت ظہور خورشید — دریا سے طلا ہے نور خورشید

دیکھو تالاو پہ دھوپ پھیلی — یا ہے سونے کی اوسپہ قلعی

ہر چیز کا حسن ہے دوبالا — کیسا یہ چمک رہا ہے ذرا

ہے روئے صبح کا عجب رنگ — ہوتی ہے عقل دیکھکر دنگ

گورا گورا ہے رنگ اوسکا — اوسپر سرخی ہے اور طرّا

پڑتی اوسپر ہے دھوپ دیکھو — دیکھو چہرے کا روپ دیکھو

ظاہر ہے نور سحر شفق مین — مہر گردون کی ہین شعاعین

یکجا کیونکر ہوئے سب اوقات — بیشک قدرت کی ہین کرامات

صانع کی ہے نئی صنعت — حیرت افزا ہے حسن طلعت

گر غور کرو قمر کو دیکھو — اوسمین شکل لشد کو دیکھو

پر تو افشان نہین قمر ہے — ہیرا ہے آب پہ مگر ہے

چہرہ اُترا ہوا ہے اوسکا — میلا میلا سفید کپڑا ہے

غالب سورج کی روشنی ہے — مہتاب کی روشنی دبی ہے

آیا مغرب مین شاہ خاور — اوڑھی گردون نے شب کی چادر

چھائی عالم پہ ظلمت شب — عالم کچھ اور ہوگیا اب

نور خورشید ہے ندارد — دریا سونے کا بحر اسود

اوڑھا شب نے سیاہ کمل — کالا کالا ہو جیسے بادل

دیکھو دیکھو افق مین کیا ہے — دیکھو وہ کیسا نکل رہا ہے!

متعلقہ صفحہ ۵۲ - پڑھتے ہوئے ہین وہ کچھ بھی اس سے محظوظ نہین ہو سکتے بہتر ہے کہ وہ اپنے سر پیٹین اور میری اس گستاخی کو معاف کرین۔

نکلا رگ رگ کے بدر کامل
روشن جس سے ہے جنگل منزل

نکلے اختر چمک چمک کر
غالب نور قمر ہے اُن پر

شب کا فرمان روا قمر ہے
تخت سیمیں پہ جلوہ گر ہے

دیکھو عالم یہ چاندنی کا
لہرین لیتا ہے کوئی دریا

کالا کالا لباس شب تھا
سایہ اوس نے سفید پایا

گویا شب بھی کوئی دولہن ہے
پرتاب سفید پیرہن ہے

پھولون پہ قطرہای شبنم
پڑتا ہے عکس ماہ ہر دم

کیسے قدرت کے ہین یہ موتی
قیمت انکی ادا نہوگی

گرمی نہین معتدل ہے سردی
بدلی رفتار ہے ہوا کی

آتش خانے ہین بے ضرورت
سردی کی اب نہین ہے شدت

ٹھنڈی ہے روشنی مہتاب
ہالہ دریا مین جیسے گرداب

یہ نور خواص مین ہے کافور
کم ہے اسوقت سوز ناسور

حیرت افزا ہے سردی شب
جو آہ تھی گرم سرد ہے اب

ہو گرم کہ سرد آہ تو ہے
غم سے اسے رسم و راہ تو ہے

راحت جتنی ہوئی ہے حاصل
ہے باعث اضطرابی دل

آئی ہے جوش مین تمنا
دل کا اسوقت ہے تقاضا

صورت اپنی دکھائے معشوق
ہر رس سے جلد آئے معشوق

یہ شب کا سمان یہ ماہ کامل
لیکن خوش ہے نہین ذرا دل

بیکار ہے بے مزہ ہے بالکل
ہو جائے چراغ ماہ کا گل

جلدی یہ رات روز ہو جائے
سردی جتنی ہے سوز ہو جائے

بے یار یہ چاندنی ہے ظلمت
ہمکو اسکی نہین ضرورت

میری آنکھ سے جاکے کہدو
عالم تم چاندنی کا دیکھو

میری بیٹھک سٹرک پہ ہوگی
دل سے مشتاق چاندنی کی

اوسکے چہرے پہ نور مہتاب
جیسے ہیرے پہ خوب ہو آب

افسوس امیری نظر نہ پہونچے
لیکن مہتاب رخ پہ چمکے

تجھسے مہتاب بدگمان ہون
بیشک تیرا عدو ہے جان من

تو بھی دشمن ہے عاشقون کا
کرتا ہے راز اون کا افشا

شبکو چھپ چھپ کے ملنے والی
شاکی ہوتے ہین ہمسے تیرے

ہوتی ہے آڑ کی ضرورت
شاید پہچانی جائے صورت

تیری وہ روشنی بلا ہے
اونکو ہر شخص دیکھ لیتا ہے

عاشق معشوق جب بہم ہون
اونپر تیرے نہ کچھ ستم ہون

جبتک باتین ہون تو نہ چمکے
اوسکے چہرون پہ تو نہ دمکے

الفت بدنام ہو نہ جائے
عاشق کا کام ہو نہ جائے

نور مہتاب بے خطا ہے
عشق مخفی کی یہ سزا ہے

دامن قدرت کا گرد سے پاک
پڑتی ہے چاند پر کہین خاک

شمع قدرت کے دو ہین پرتو
دیکھو تم دھوپ چاندنی کو

پہلی ہے گرم دوسری سرد
اپنے اپنے اثر مین ہین فرد

گر دھوپ نہ گرم ہو تو غلہ
کھیتون مین ہو کبھی نہ پختہ

بیکار یہ چاندنی نہین ہے
ناکارہ ہر ایک قدرتی شے

سمجھو قدرت کے ہین یہ اسرار
لیکن اسکو ہے عقل درکار

انسان کا دل

خاتم انگشت قدرت مین ذرا ہمکو بتا
ہے بہت سچا درخشان وہ نگینہ کون سا

منتخب جسپہ ہوتی تاج فطرت کا نگین
کون ہے وہ جسکے آگے ہو تضرع شرمگین

ہو نہایت ہی وہ حیرت زا عجائب روزگار
جسکو کہتے ہین دل انسان نجابت بیقرار

ورد لے کرتے ہین جسکو گرم وہ دل ہے یہی
جسکی بینائی سنی ہوگی وہ بسمل ہے یہی

جب جوانی تھی مری تھا زور پر عہد شباب
آب ہی تھا خاک ہی تھا یہ اخلاط نزاع

زعم تھا مجھکو جوانی کا بہت کچھ تھا غرور
بادۂ نخوت کا رہتا تھا مجھے بیحد سرور

مین سمجھتا تھا کہ میری انگلیونکی حکم سے
بے تامل سب چلا کرتے ہین جتنے ہین بشر

یہ سپہر لاجوردی یہ قمر یہ آفتاب
اختر تابان کہ ہو سکتا نہین جسکا حساب

شان و شوکت پر ضیا پر گرانھین کچھ ناز ہے
یہ سمجھ لین ہمسے دل انسانکا ممتاز ہے

ہمنے مانا آسمان و دنیا پہ ہے سایہ فگن
اور کھلا ہے اختر تابان کا اک اوسمین چمن

سب ہی لیکن دل انسان نہین کچھ اوس سے کم
کچھ نہین پروا اگر رہتا ہے اوسمین رنج و غم

ہین رواں اور متصل مجھ مین فوارے تمام
گا رہے ہین راگ کیا کیا آگیا ہے وقت شام

چھوٹے چھوٹے چشمہ ہای آب ہین ہر سو روان
ساتھ اونکی مختلف رنگونکی ہین بہتر روان

ہے پریشان اور افسردہ بہت عہد خزان
اپنے ہالہ مین قمر ہے ہر طرف پرتو فشان

زرد ہین گل گلشن ایجاد مین حد سے زیاد
چاندنی کرتی ہے دیکھو آج اوسنے خیر باد

فاضل بابو اوپسی سودتنے "ہارٹ آف مین" (دل انسان) کی سرخی سے ایک بیش بہا نظم دو دی جرنل آف یوبک" مین شایع کرائی تھی - اسکو بجنسہ کلکتہ نیشنل میگزین نے نقل کرکے شایع کیا تھا خاکسار نے اوسکا میٹریکل ورشن یا اس نظم کا نظم مین ترجمہ کرکے معزز اخبار مہذب نمبر ۵ جلد مطبوعہ یکم فروری ۱۸۹۱ع مین شایع کرایا اب اوسکو مین اس مجموعہ مین شامل کرتا ہون یہ پہلا ترجمہ ہے

خامشی کی ہی حکومت سب سے کہتی ہو آج
مٹ گیا جب سے ارم کرتی ہو نین دنیا مین راج

گو سبقت مجھسے لیجائین کبھی ممکن نہین
جتنے ہین اقسام خاموشی کرین دل نشین

ہے کسی ہندی مین کوئی ہی کسیکو کوئی فکر
ہین کہین کچھ اور باتین ہی کہین کچھ اور ذکر

ہو دل انسان مگر پہلو مین اک تسکین کے ساتھ
خانۂ پہلو مین بیٹھا ہو عجب تمکین کے ساتھ

ستارون کی روشنی

رات آئی مگر بہ دیر آئی
ظلمت شب ہر اک طرف چھائی

چپکے چپکے یہ چاند چھوٹا سا
آخر مین آسمان سے ڈوبا

بے ضیا ہو گئے ہین ارض و سما
حجلۂ مغربی مین ماہ چھپا

اب کوئی روشنی نہین باقی
ہان ستارون کی روشنی ٹھنڈی

جو کہ پہلا ستارات کا پہنچا
جسنے مریخ سرخ کو سوجھا

کیا یہ مریخ چرخ الفت کا
ہے کوئی سرخ سرخ سیارا

یا کہ اوس رات کا ہی یہ اختر
جسمین دیکھتے خواب خوش اکثر

یہ نہین اور کچھ ہے اسکے سوا
چرخ ہے ایک نیلگون خیما

اوسمین بیٹھا ہی اک دلیر جوان
اوسکا ہتھیار ہے یہ نور افشان

جسے مریخ ہی وہ ستارہ احمر
یون چمکتا ہے جیسے طرے سپر

نظر آتا ہے جب وہ سیارا
دل لگا ہتا ہے اور ہی نقشا

اسے درخشان ستارۂ احمر
ایسی چمک نئی نظر مجھ پہ

مندرجہ بالا سطر جی سے ایک نظم ٹینیسن کی جن مین میکے نزدیک بڑی مجہرا اوسکے مارل یا اخلاقی نتیجہ نے اوسکے ترجمہ کی طرف مائل کیا حتی الوسع مین نے بہت کوشش کرکے اردو نظم مین لیا ہے ۔ امید ہے کہ پبلک کو یہ ترجمہ پسند آئیگا ۔

زور تجھکو خدا نے بخشا ہے / ہم ضعیفون پہ مسکراتا ہے

دیکھ پھر دیکھ تو فقط تن ہین / ایک مضبوط آدمی ہون مین

ہے اگر دل مین روشنی کچھ بھی / تو ستارون کی روشنی ٹھنڈی

اپنی دھن کا ہی پورا یہ سیار / ہے یہ خاموش مستقل خوددار

اک نئے رنگ کا ستارا ہی / میرے سینے سے یہ نکلتا ہے

جتنی سینے مین ہین تمنائین / اور آتی ہون جسقدر آئین

سب کو اک بوند سی ٹھنا ہے / ہر تمنا حباب دریا ہے

ہاتھ سے دو کبھی نہ استقلال / زور ہمت کو ہو کہین نہ زوال

ہے فنا ایک روز دنیا کو / نگرو اس سے خوف تم نہ ڈرو

اف نہ کرنا کسی مصیبت مین / ہو تغیر کبھی نہ حالت مین

دوشیزگی

کنوار پن بھی عجب سادگی کا عالم ہے / ہر بچ ہے کچھ تو لطف جسقدر کم ہے

بہت عروج پہ مہر جمال ہوتا ہے / مگر حسین کو نہین کچھ خیال ہوتا ہے

اس نظم کے متعلق اودھ پنچ ۲۲ ستمبر ۱۹۱۲ء کے پرچہ مین یہ ریمارک شائع ہوا ہے "ناظرین کو یاد ہوگا کہ یہ نظم ۵ ستمبر ۱۲ء کے پرچے مین شائع ہوئی تھی اسکی نسبت ایک صاحب سید محمد احمد رضوی اپنے خیالات اسطرح ظاہر کرتے ہین "یہ نظم مٹریکل ورشن ہے میڈن ہڈ کی - اسکو مترجم نے اسٹوڈنٹ میگزین سے لیا ہے - حضرت بعض شعر کا ترجمہ بکم و کاست نظم ہو گیا ہے بامحاورہ نثر مین اس پوئٹری کا ترجمہ دشوار تھا نہ کہ نظم مین جسکی بندش بہت پیاری ہوئی ہین مترجم صاحب کو اونکی کامیابی پر مبارکباد دیتا ہون اور انگریزی خوان دوستونکو یہ نیک صلاح کہ اگر اون کو ایشیائی پوئٹری کا مذاق ہے تو اس رنگ مین شعر لکھا کرین جس سے زبان اور

نہیں وہ بانے سے دیتا کسیکا جوش شباب
وہ دیکھئے! ہے کھڑی اک کنواری طلعت
بہت دعاؤن کی تاثیر سے ہوئی پیدا
بری ہے حسن تکلف سے سادگی بالکل
بدن سڈول اور اعضا جسم کے ہین موزون
ہین آنکھین بہوری اور اونمین حیا کا ہے مسکن
اور انکھون مین ہے سیاہی تو اسطرحکی ہے
سفر سے بال کنواری کے کمر سے جھککر
ملے ہین چشمہ و دریا جہان بکھر کے وہان
نہین ہے صاف یہ چشمہ ہی تھا صحرائی
وہ دیکھتی ہے تامل سے وسعت دریا
وہ دیکھ دیکھکے دریا کو بھی جاتی ہے
نہین بیان ہو وہ دریا شباب شورش سے
وہ جانتی ہے جوانی ہے جوش کا عالم
ہے سن ہے وہ کہ امنگونکو جوش ہوتا ہے
قریب وہ ہے مین جنبش ہی دیکھی اور خواہش دل
بہت سے جال بہت فریب راہ مین ہین
وہ دیکھو فکر سے پاؤن آتی ہے کیسی

نکھر و آتا ہے اوسکو خیال شرم و حجاب
ہے پیاری سادہ بڑی عجیب بھولی بھالی وہ صورت
متاع شرم و حیا وہ حسین ماہ لقا
کھلا ہے گلشن قدرت مین خوبصورت گل
بنا کے صنعت صانع بھی ہو گئی مفتون
قدرت نے ڈالی ہے شرم و حجاب کی چلمن
فلک پہ جو کہ سر شام روز ہوتی ہے
شعاع مہر درخشان ہین بال کے گھونگھر
وہ دیکھتی ہے عجب ہے نظر فریب سمان
نگاہ ہوتی ہے خیرہ وہ روشنی اوسکی
بچشم لطف کہ بہتا ہے کسطرح چشمہ
نظر جو آتا ہے چشمہ تو مسکراتی ہے
بیان ہو نہین سکتی جو اوسکی حالت ہے
بہت سے خطرے ہین اوسمین بہت ہی ظالم
حسین کوئی اور انکا ہوش بہتا ہے
کنوارین کو بچانا تو ہے بہت مشکل
بہت سے خار بہت سے نشیب راہ مین ہین
وہ اوسکو ڈہائیگی دشمن ہے خانہ دل کی

ملک کے خیالات کو بہت بڑے فائدے کی امید ہے مترجم صاحب نے لفظی ترجمہ کے وقت کیون اوٹھائی۔ اوسکا سنس (مطلب) ہی کیون نہ موزون کر دیا۔ بہرحال مجھے اوردو پر رشک آتا ہے کہ اوسمین ایسے ایسے قابل طباع اور ذہین لوگ ہین ۔

نہین ثبات زمانے کو گذرا جاتا ہے
مئی ہے آج تو کل ماہ جون آتا ہے

ابھی تھی صبح کہ نصف النہار آ پہونچا
جو سہ پہر ہے تو پھر بعد اوسکی وقت مسا

مگر کہو یہ کنواری سے ہو نہ وہ مغموم
خدا نے اوسکو بنایا ہے بے گنہ معصوم

کہو نہ ہاتھ سے دے وہ زمام استقلال
یہ درد و رنج و الم ہونگے سب کے سب پامال

رواں ہے دیکھو یہ چشمہ ہے سیر کے قابل
نگہ مین آئی طراوت تو لطف ہو حاصل

زمانہ دیکھکے چشمے کو کہہ رہا ہے یہہ
کہ ایک اوسکے سانچے کا شعبدا ہے یہ

نہ اپنے سایہ سے بہڑکے حسین سنجیدہ
کہ خوفناک نہین کوئی چیز پوشیدہ

نہین ہے شکرا جو ڈرتی ہے فاختہ ہے وہ
کرے حواس بجا ہوش باختہ ہے وہ

ہے ایک شاخ نہین ہے کہ یہ بعہد صغر سنی
سہے ہے پھولون دیکھو لدی ہوئی کیسی

اور اوسپہ گاتے ہین بیٹھے طیور خوش الحان
کوئی پرانا کہلی ہے ابھی کسیکی زبان

ہے ایک شاخ نہین ہے زمانہ پیری
جھکی ہوئی ہے بہت اور برنگ ہے ڈہلکی

مگر ذرا بھی نہ اسکا خیال ہو دلکو
بڑھاپا آئے تو کیا کیون ملال ہو دلکو

ہو بہت حسین گل شگفتہ ہے ہاتھ مین لو
عجیب بہت ہی خوشبو ذرا اوسے سونگھو

ہمیشہ وہ لمین رہے جوش نوجوانی کا
یہی مزہ ہے یہی لطف زندگانی کا

ہنسی لب پہ آئے تبسم تو پاک ہو بالکل
ہنسی جو آئی کبھی وہ ہنسی ہو خندہ گل

حیا سے شرم سے پاکیزگی سے کام رہے
حیا سے کام رہے اور جہان مین نام رہے

نغمہ عشق

روم کے ایک شاعر ہوریس نے ایک نظم کو سانگ کی سرخی سے تصنیف کی تھی اوس نظم کو انگلستان کے جیاد و بلارٹ اور نامور شاعر لارڈ بائیرن نے اپنی زبان مین لیا چنانچہ اوسکی کلیات مین موجود ہے

ہائے یہ عشق کبھی درد سے خالی نہوا
بدگمانی و مصیبت سے یہ دم ساز رہا

آہ پیہم سے کیا دل مرا ٹکڑے ٹکڑے
یہ شب و روز مرے تار ہوئے ہین اس سے

درد دکھ کون سنے کوئی نہین یار مرا
اور مونس ہی نہین درد و مصیبت کے سوا

اسی صدمہ مین غش آتا ہی مرا جاتا ہون
ایک لمحہ بھی کہین چین نہین پاتا ہون

عشق کے پاس تھے جو تیر ستم کے موجود
ہائے افسوس وہی تیر ہین اب زہر آلودہ

ہان خبردار رہو طائر آزاد مدام
عشق نے گرد نشیمن کے بچھایا ہی دام

ورنہ جس آگ سے اسطرح ہوئے ہو محصور
دل تمھارے وہ جلائیگی رہو اوس سے دور

دل سے امید و تمنا کو مٹائیگی یہ آگ
دل مین اک اور نئی آگ لگائیگی یہ آگ

تھا خوش آیند بہارون مین کبھی مین آزاد
خوب اوڑتا تھا نہ تھا راہ مین دام صیاد

دام تزویر مین جس وقت سے مین آیا ہون
پھڑپھڑاتا ہون مین کڑھ کر جلا جاتا ہون

دل لگایا ہی نہین جسنے کسی سے اپنا
درد الفت سے کبھی جو متاثر نہوا

دردمندون پہ کبھی رحم نہ آئیگا اوسے
درد کی ٹیس نہین دل مین فنا ہی جسکے

سرد مہرونکی رکاوٹ کی اسے کیا ہی خبر
کیا اثر ہے کسی مہوش کے جو تیر چھپے نظر

ہے اگر برق محبت کی غضبناک نگاہ
وہ تو کیا اوسکی فرشتے بھی نہین ہین آگاہ

خواب خوش روز نئی راتکو دیکھے اکثر
تو ہر اک خواب مین اپنا مجھے آیا ہی نظر

آرزو اور تمنا پہ اب آیا ہی زوال
ہای اس عشق نے دونون کو کیا ہی پامال

وہ ترا زور اثر اور وہ میری الفت
موم سے اور گل افسردہ ہین ہم بے نسبت

عمر کی شمع کی ضو شمع شبستان جمال
آنکھین کیون بدلی ہی کیون ہنٹ تمہارے ہین لال

میری محبوب حسین یہ تو بتا دو مجھکو
نفرت اپنے جگر افگار سے کیون کرتے ہو

متعلقہ صفحہ ۶۰ ہی چونکہ یہ نظم ہمارے شاعری سے ملتی جلتی تھی لہذا ہمنے اوسے اردو زبان مین ایسا مہذب نمبر ۹ مطبوعہ یکم مارچ ۱۹۱۵ء مین شایع کرایا اور ہم اس مجموعہ مین شامل کرتے ہین —

چشمۂ فصل زمستان کی طرح دیدۂ تر
کون بدبخت ہے ایسا کہ شریک غم ہو
رحم کر مجھپہ ذرا طائر نغمہ پرداز
جس گھڑی کان مین آئیگا ترنم تیرا
منجمد خون جگر سوز ہے غم مین خاموش
آفتین سب یہ اوٹھائی ہین تری [illegible] مین
اور ترے دل نہ اوٹھائی نہین تکلیف مگر
دل مفتوح مرا لوٹ رہا ہو دیکھو
ڈر نہین خوف نکر جان مری کے لیے ظالم
موت اس موت سے بڑھکر تو نہین دے سکتا
عشق پر روز ولادت پہ بہت کی نفرین
قتل کرتا ہے مجھے عشق ہی قاتل جلاد
جان مجروح میری سینہ پرخون کہہ دو
ہای مین یہ نہین سمجھا کہ مسرت شادی

کسقدر جوش پہ ہین حد فزون نفسے ہے
میرا ہمدرد نبنے اور میرا ہمدم ہو
کم نہین ہے کبھی اعجاز سے تیری آواز
جان پڑ جائیگی ہوجائیگا عاشق زندا
ہای مختل ہی دماغ اور نہین مجھکو ہوش
صبر کرتا ہون ہر اک رنج ہر اک کلفت مین
فتح کرتا ہے بڑے فخر سے میری دلبر
ٹوٹنے کی ہی یہ آواز سنو یا نہ سنو
کیا تامل ہے تجھے زہر مجھے دے ظالم
لیکے اکبار تو پھر جان نہین لے سکتا
ہای اب عشق کے پھندے مین پھنسی جان حزین
اور ترک کرنے کے غضب ہی یہ ادای بیداد
نفرت اپنے جگر افگار و نسے کر سکتے ہو
بیشتر خیمہ مین مصیبت کی الم کی غم کی

چشمۂ فصل ز

کون بدبخ

رحم کر بچپنہ

جس گھڑ

منجمد خون

آفتیں

اور نشتر

دل مف

ڈرہ مہیں

موت اب

عشق

قتل کر

جان مج

ہائے